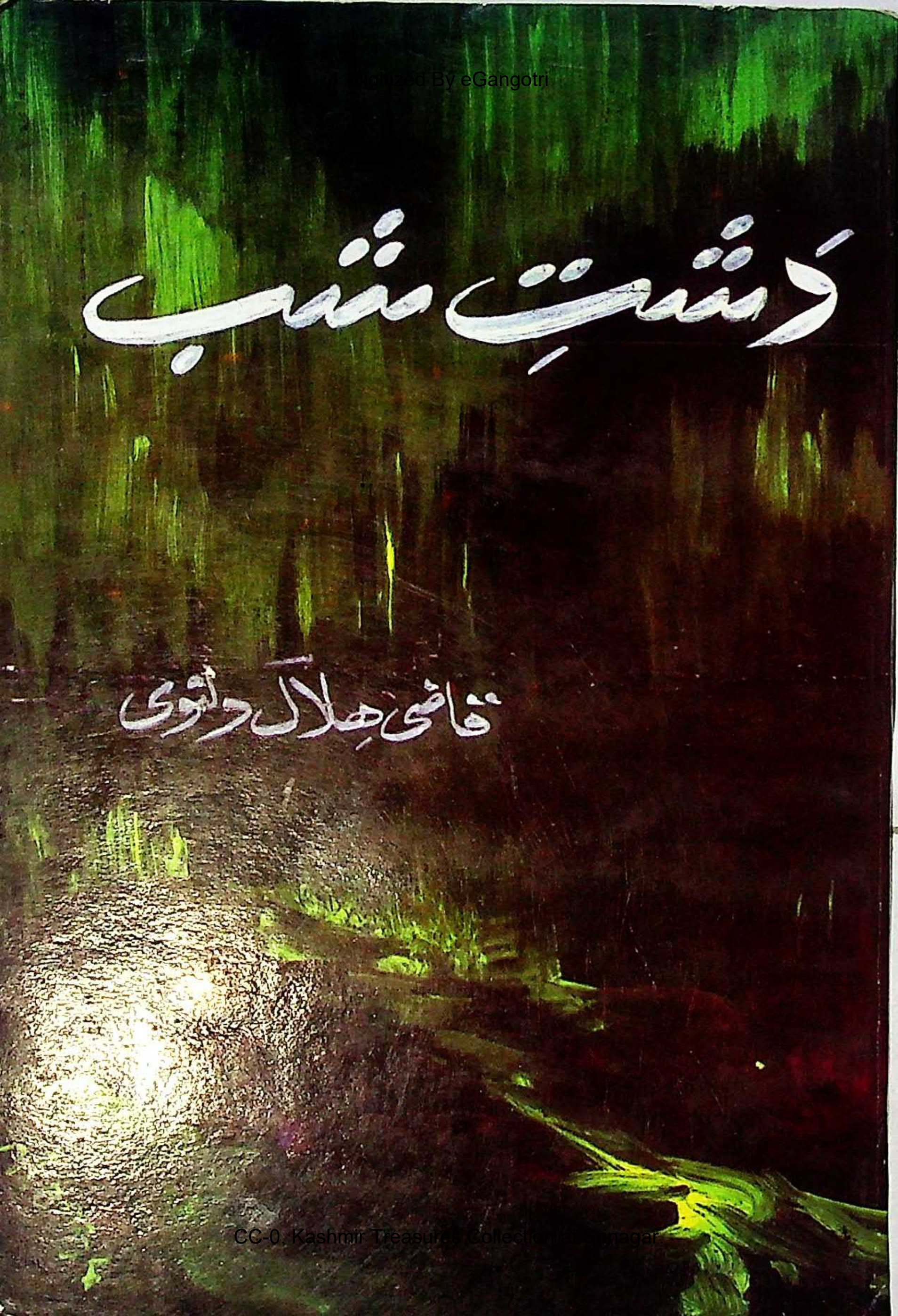

دشتِ شب
قاضی ہلال دانوی



(اُردو شعری مجموعہ)

قاضی ہلالؔ دلنوی

نام تصنیف ———— دشتِ شب

مصنّف ———— قاضی ہلالؔ دلنوی

تعداد ———— ۱۰۰۰

سالِ اشاعت ———— ۱۹۹۸ء

سرورق ———— محمد یوسف بچہ سوپور

خطاط ———— قاضی عاشق حسین سوپور

قیمت ———— ۱۵۰/= روپے

صفحات ———— ۱۸۸

چھاپ ———— جے۔ کے آفسیٹ پرنٹرز نئی دہلی

ملنے کا پتہ

۱۔ قاضی ہلالؔ دلنوی۔ دلنہ بارہمولہ کشمیر ۱۹۳۱۰۳

۲۔ قادری بُک شاپ۔ دلنہ بارہمولہ کشمیر ۱۹۳۱۰۳

۳۔ میزان سٹیشنرز اینڈ بکسیلرز۔ جنرل روڈ بٹہ مالو سرینگر کشمیر



عرضِ مصنّف ــــــــــــــــــــ ۱

تعارف ــــــــــــــــــــ ۴

نذرانۂ عقیدت ــــــــــــــــــــ ۱۵

نظمیں ــــــــــــــــــــ ۴۵

غزلیں ــــــــــــــــــــ ۹۵

عرضِ مصنّف

"دشتِ شب" میرے اردو کلام کا دوسرا مجموعہ ہے جو گذشتہ
مجموعۂ کلام "خیاباں" کے بعد شایع ہو رہا ہے۔ زیرِ نظر مجموعۂ شعر میں "خیاباں"
کی چند نظمیں اور غزلیں بھی شامل ہیں کیونکہ "خیاباں" چھپنے کے وقت اسکے
انتخاب، ترتیب اور کتابت وغیرہ میں بہت سی خامیاں رہ گئی تھیں۔

یہاں یہ عرض کرنا ضروری بن جاتا ہے کہ گذشتہ مجموعہ کے
چھپنے کے فوراً بعد میرے سرکاری کام کی نوعیت بدلنے کی وجہ سے میں
اپنے تخلیقی کام سے قریب قریب منقطع ہو کر رہ گیا۔ پھر حالات نے
ایسا پلٹا کھایا کہ جو کچھ اظہار کرنا چاہا وہ ممکن نہ تھا اور معاشرہ میں

پیش آمدہ حالات کے ردّ عمل کو زیب قرطاس کئے جانے والے خیالات اندر ہی اندر دم توڑ گئے اور جس چیز کا خارجی دنیا نے تقاضا کیا وہ اپنی عادت اور اَنا کے قطعی خلاف تھا۔

گذشتہ چالیس پنتالیس سال کے عرصہ میں بہت سی سماجی، سیاسی اور معاشی تبدیلیاں رونما ہوئیں، جن سے ادبی دنیا بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ ہوسکتا ہے کہ میں بھی باوجود خلوت گزینی کے غیر شعوری طور پر ان نظریات سے کسی حد تک اور کبھی کبھی متاثر ہوچکا ہوں گا۔ میرا المیہ یہ ہے کہ اپنی خلوت گزینی کے نتیجے میں معاشرے سے قریب قریب کٹ کر زندگی گزارتا رہا۔ اس لئے جو کچھ لکھتا رہا اسکی جانچ پرکھ نہ ہوسکی۔ کبھی ادبی مجلسوں اور محفلوں میں شامل نہ ہوا۔ کسی اُستادِ فن سے کوئی مشورہ نہ لیا۔ مشاعروں میں بسا اوقات بُلائے جانے کے باوجود شامل ہونے سے کتراتا رہا۔ وجہ وہی ذہنی ناآسودگی اور تساہل۔ نتیجہ یہ کہ تخلیقی عمل میں جتنی پختگی اور جتنا اِضافہ لازمی

تھا، ممکن نہ ہوا۔

یہ کہنے میں مبالغہ نہ ہوگا کہ اگر میری خداداد صلاحیت کو پنپنے کا صحیح انداز ملتا تو یقیناً یہ "چیزے دگر" ہوتی۔

خیر! اب جو کچھ متاعِ سخن زیرِ نظر مجموعہ میں شامل ہے اُسے قارئین کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کی جارہی ہے اور اُن سے یہی توقع ہے کہ وہ میرے کلام کی پذیرائی کرنے میں مسرّت محسوس کرینگے۔

آخر میں جناب نشاط انصاری کا شکر گزار ہوں جن کا پُر خلوص مشورہ میری تخلیقات خصوصاً زیرِ نظر کتاب کی ترتیب و اشاعت کا باعث بنا۔ اور محترم عبدالاحد فرہاد صاحب کا کتاب کے بارے میں اپنی قیمتی رائے قلمبند کرنے کے لئے بے حد ممنون و مشکور ہوں۔

قاضی ہلال دلنوی

دلنہ
۳، ستمبر ۱۹۹۸ء

پیش لفظ

قاضی ہلال وادی کے علمی وادبی حلقوں میں کسی بھی تعارف کے محتاج نہیں ہیں کیونکہ آپ جہاں ایک کامیاب اُستاد اور ماہر تعلیم کی حیثیت سے اپنا لوہا منوا چکے ہیں وہیں آپ نے بحیثیت اردو اور کشمیری شاعر اپنی ایک منفرد پہچان قائم کی ہوئی ہے۔

شعروادب کے لئے کمراز کے زرخیز ترین خطۂ ارض دلنہ (بارہمولہ) سے تعلق رکھنے والے اس غیور شاعر نے اگرچہ سالہاسال تک علمی طور پر ادبی انجمنوں اور محفل آرائیوں سے کنارہ کشی اختیار کی لیکن آپ کا ادبی سفر برابر جاری رہا۔ البتہ ان کے قدموں کی آہٹ صرف قریبی حلقوں میں ہی سُنی

گئی۔ آپ فطرتاً خاموش طبیعت ہیں لیکن جب اظہار پر آتے ہیں تو ع

"تا مرد نہ سخن گفتہ باشد" کے مصداق فہم وفراست اور علم وآگہی کے جوہر

ابتدائے کلام سے ہی کھل جاتے ہیں جس کے مظہر آپکے وہ شعری مجموعے

ہیں جواب تک منظرِ عام پر آچکے ہیں۔

میں نے ایک قاری کی حیثیت سے برادرم قاضی ہلالؔ کے شعری مجموعے

"دشتِ شب" کا مطالعہ کیا جو آپکے اردو کلام کا دوسرا مجموعہ ہے اور آپکے

کشمیری شعری مجموعے "لیہلاو" کے بعد ہم تک پہنچا ہے۔ اس مجموعے کو پڑھکر

ہلال صاحب کی ذات میں جذب اطاعتِ خداوندی، رسول مقبول صلی اللہ

علیہ وسلم کے تئیں والہانہ عقیدت، حبِ اولیاء، احساسِ انسانیت، رغبت

حُسنِ فطرت، کچھ نازک احساسات اور تلخیٔ ایام کی واضح تصویر سامنے

آجاتی ہے۔

میں نے متعدد مواقع پر ہلالؔ صاحب کا کشمیری کلام سُن کر یا پڑھکر

جو رائے قائم کی تھی، زیرِ نظر شعری مجموعے کا مطالعہ کرنے کے بعد اب

اُردو اور کشمیری میں طبع آزمائی کے حوالے سے اُس کی اعتباریت مزید مستحکم ہو جاتی ہے ۔

یہ احساس بھی اُجاگر ہوتا ہے کہ آپ کی شاعری محض تفریحِ طبع کے لئے نہیں بلکہ شعر و سخن کے آئینے میں آپکی سچی قوم پرستی، حب الوطنی، بے ریا اور بے باک اور خصائل انسانی سے سرشار شخصیت جھلکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ درد و کرب، مرتبہ آدمیت، ملّت کی عظمت گم گشتہ کی پھانس اور عالمِ انسانیت کے لئے خیر سگالی کے جذبات نے آپکے اشعار میں ایسی ترو تازگی پیدا کی ہے جو کسی بھی فصلِ خزاں سے متاثر نہ ہو گی۔

شاعر ایک صالح معاشرے اور ایک سچے انسان (خلیفۃ اللہ) کا متمنّی ہے کیونکہ عصرِ حاضر میں جو رجحانات پنپ رہے ہیں۔ اس سے وہ اندر ہی اندر کُڑھتا جا رہا ہے اور اصل حقیقت زینت سخن بن جاتی ہے

آدمی ہے آدمی صورت در دلوں کا مثل شیخ ہو یا برہمن سب کا ایمان سیم و زر

(یا)

ہر طرف پگڑیاں اُچھلتی ہیں   واہ کیا باوقار ہیں ہم لوگ

شاعر اپنے گرد و نواح کے حالات و واقعات سے متاثر ہوئے

بنا نہیں رہ سکتا۔ گذشتہ ایک دہائی کے دوران جس ارزانی کے ساتھ

بالخصوص کشمیر وادی میں خون بہتا رہا، شاعر لاکھ جتن کر کے چھپائے

نہ بنے کیونکہ جن ہواؤں میں وہ سانس لے رہا ہے ان میں بوئے

خون بھی شامل ہوگئی ہے۔ اس لئے دُعا کرے تو بھی تلخ حقیقت کی

نشاندہی ہو ہی جاتی ہے۔

ع خار زار دہر خون آشام ہے ہو ڈبیر

شاعر کا نظریۂ حیات چونکہ واضح ہے۔ وہ بدلتے ہوئے وقتوں کو

بھانپ کر ظلمت کدوں میں علم و دانش کی شمع فروزاں دیکھنا چاہتا ہے

اس لئے انسانیت کے ناطے اندھیرے کنوؤں کی طرف جانے والوں کو

راہِ راست پر چلنے کی تنبیہہ و تاکید کرتا ہے

طوفاں بدوش آندھیاں انجاں ناخدا
ساحل نہیں بھنور ہے ذرا دیکھ کر چلو

(یا)

دردِ جگر ہلال بیاں کر کے فائدہ ؟
اس بزم میں سُنانے کی یہ داستاں نہیں

"اُڑتا غبار" نظم ان حقائق کا حسب حال ہے جن کا پوری قوم نے دَس برسوں کے دوران سامنا کیا۔ یہ وہ پُر آشوب دَور ہے جس کی صدائے بازگشت صدیوں تک سُنائی دے گی۔ یہ نظم منظوم تاریخ کے زمرے میں آتی ہے اور یہ ایک آزاد مرثیہ ہے۔ کیوں کہ اس ایک نظم کے بغور مطالعے سے ایک دہائی کے حالات و واقعات بیکوقت آنکھوں میں بکھر جاتے ہیں۔ ؎

لُٹا سہاگ کسی کا کوئی شباب مٹا
قدم قدم پہ نظر میں کوئی مزار ہے آج

کنول ہے سر بگریباں سمن ہے پژمردہ

وُلر فسردہ ہے ماتم کناں چنار ہے آج

شاعر، ہلالؔ کے ہاں نا اُمیدی کے بادل تو منڈلاتے ہیں لیکن ہر پل صُبحِ اُمید اُسے ہرنا برابری پر میگذرد نکتۂ نظر سے باز رکھ کر دو ٹوک کچھ کہنے پر اُکساتی ہے اور ایسا کرتے ہوئے وہ مختلف طبقوں کی نفسیات پر نگاہ رکھ کر گویا ہو جاتا ہے ؎

مُفلِس کو راس آئے محرم ہی دوستو

سرمایہ دار کو چاہے کہ ہو بار بار عید

(یا)

اپنوں کی اس بستی میں

اپنے پن کو ترستا ہوں

؎ رقیبو اب تمہارا ہی سہارا   رفیقو درپے آزار کیوں ہو

عصرِ حاضر میں جب برصغیر کیا تمام معلوم دنیا میں نہ جانے کیسے کیسے

اُصحاب جاہ وحشم کردار کے آئینے میں عریاں ہورہے ہیں۔ شاعر ان
ہمالیائی شخصیات کے ساتھ مجادلہ آرائی کی تاب وتب تو نہیں رکھتا
اس لئے طنز کی ایسی تلوار استعمال کرتا ہے جس کی کاٹ لطیف تو ہے
لیکن اس سے حال وقال لہولہاں ہو کے رہتا ہے ؎

خطابت کی لُغت تو دِلنشین تھی
مگر اعمال تیرے یاد آئے

(ریا)

قوم کے غم میں ہم نے کیا کیا سہے نہ دل پر وار
ذی کی خاطر ڈش لگوایا رین کٹی تب یار

زیر نظر شعری مجموعے میں جہاں ذاتی تجربات اور احساسات
تخیل و تصوّرات کے پختہ دھاگے سے اشعار کی حسین لڑی میں پروئے
گئے ہیں وہاں شاعر نہاں خانوں کی بات اس وضاحت کے ساتھ پیش
کرتا ہے کہ نشانہ دِل پر لگتا ہے۔ وادیٔ سانکو کی رعنائیوں اور مناظر

فطرت میں کھو کر بے ساختہ کہہ اُٹھتا ہے ؂

ذرّے ذرّے میں یہاں سرمایۂ امن و سکوں

نے کوئی ہنگامہ برپا نے غمِ دنیائے زبوں

اور اس کے ساتھ شاعر کا حسین ماضی جاگ کر وادیٔ سانکو کے کنوارے پن سے جُڑ کر نظم کو رومانی ہیئت سے ہمکنار کر دیتا ہے ؂

ایک البیلی دوشیزہ سبزۂ خودرُو کے گرد

کرتی ہے اٹھکیلیاں جیسے صبا خوشبو کے گرد

ہلالؔ صاحب کا یہ شعری مجموعہ اپنے میں ایک باغ و بہار ہے کیوں کہ اس میں گوناگوں موضوعات احاطہ کئے ہوئے ہیں اور کما حقہٗ شاعر اپنی زندگی کے نصب العین کے ساتھ وابستہ اُن تمام پہلوؤں کی اپنے منفرد اور جداگانہ انداز سے عکاسی کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے جو ایک انسان کو علم، آگہی، محبت اور تجربوں کے بیسیوں مراحل سے گزر کر خاص نظریات کا غمّاز بنا دیتا ہے۔

آپ کی کچھ نظمیں عالمِ انسانیت کے حوالے سے ہر طبقۂ فکر کے لئے نہ صرف سُود مند بلکہ باعثِ سعادت بھی ہیں۔

سورہ فاتحہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ثنائے پنجتن، ماہِ صیام اور امام عالیمقام حسین علیہ السلام کی ذات بابرکات سے متعلق نظموں اور اولیاء اللہ کرام کے تئیں ہدیہ خلوص کے ساتھ شاعر اعتماد و اعتقاد کی چوکھٹ پر عجز و انکساری اور فرطِ عقیدت سے قدم جماکر اپنی بات کسی تصنّع کے بغیر جذبات کی اعتدالی کے ساتھ شائستہ لہجے میں کہہ کر ہماری توجہ مبذول کرنے میں نہ صرف کامیاب ہو جاتا ہے بلکہ نقوش بھی مرتّب کرتا ہے۔

ہلاؔل صاحب کی غزلیات کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ رو رعایت کے بغیر بات کرنے کی جسارت رکھتے ہیں اور بول چال کے ایسے الفاظ کا تانا بانا تیار کرتے ہیں جو نہ پیشہ ورانہ مہارت ظاہر کرتے ہیں اور نہ ہی کسی قسم کی کاریگری بلکہ ہر شعر آمد کا مظہر بن جاتا ہے۔ اس رنگ سے بھی ہلاؔل صاحب کی ایک پہچان قائم ہے۔ وہ

اس سادگی کے ساتھ شعر کہتے ہیں کہ شعر کا شعر ہو جاتا ہے اور بات پتے کی کہہ جاتے ہیں۔

؎ تر بہ تر دامنِ تمنّا ہے گہرے ساگر کو پی گیا سورج

(یا)

؎ ہیں وہی دن ہلالؔ حاصلِ زیست ان کی چاہت میں جو گزارے ہیں

(یا)

ناطہ رشتہ اُس دنیا کا وہم و گماں ہے دھوکہ ہے

ان موجوں کو پہلے بھی لوگوں نے پانا چاہا تھا

"دشتِ شب" ایک بھرپور شعری مجموعہ ہے۔ جو شاعر کی ابدیت کا ضامن اور لطیف پیرائے میں ناقابلِ فراموش دستاویز ہے اور کسی بھی کُتبخانے کی زینت بن جانے کے قابل ہے۔ آپ غیر جانبداری کے ساتھ میری طرح اس کا مطالعہ کریں گے تو یقیناً ہلالؔ صاحب کی صلاحیتوں کا اعتراف کرینگے۔

عبدالاحد فرہاد

عمر ہیر۔ بڑھ پورہ سرینگر
۲۷ اکتوبر ۱۹۹۸ء

ٹپک اے شمع آنسو بن کے پروانے کی آنکھوں سے
سراپا درد ہوں حسرت بھری ہے داستاں میری
(علامہ اقبالؒ)


نذرانۂ عقیدت

میرا مولا

میں بس عبد ہوں اور معبود مرا مولا
دُنیا وہم و گُماں موجود مرا مولا

سورج چاند ستارے کب دے سکتے ہیں
نُور فقط تیرا مقصود مرا، مولا

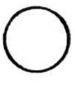
ذرّہ ذرّہ شاہد رفعت و عظمت کا
عالم و آدم کا مشہود مرا مولا

"کُن" کہنے تک نظروں سے سب اوجھل تھا
ہوگا سب نابود ہے بُود مرا مولا

تیری رِدائے رحمت عالَم تا عالَم
لیکن دامن ہے محدود مرا مولا

میرے نُطق و بیاں کو تُو ہی روانی دے
وَرنہ تخیُّل ہے بے سُود مرا مولا

تجھ سے ہلالؔ جراحت کا اب طالب ہے
جان و جگر ہے خوں آلُود مرا مولا



دُعا

آسماں تیرا زمیں تیری، ترے شمس و قمر
رفعتیں دے روشنی دے علم سے معمور کر

ہر قدم عصیاں بدوش و ہر قدم لغزش کا ڈر
خار زارِ دہر خوں آشام ہے ہر موڑ پر

آدمی ہے آدمی صورت، درندوں کا مثیل
شیخ ہو یا برہمن، ہے سب کا ایماں سیم و زر

اگلے وقتوں کے وہ سادہ دل مگر انساں نیک سرشت
اب کہاں سے آئیں وہ شفقت کے متوالے بشر

ہم ہیں دولت کے پجاری وہ محبت کے نقیب
ہم ہیں نفرت سے بھرے وہ پیکرِ رحمت مگر

ہم حقِ ہمسائیگی پر صورتِ کرگس حریص
وہ پڑوسی کے لئے تھے جاں بکف سینہ سپر

ہم حسین ابنِ علیؓ کے نام پر خنجر بدست
آہ ہم فاروق عادلؓ کے مقلد بے بصر

ہم شہِ جیلانؒ کے پیرو مگر ظاہر پرست
خُلق سے خالی فقط ہے نان وحلوے پر نظر

ہے زباں پر اپنی جو آفاقیت اسلام کی
ہر زمان و ہر مکاں لیکن بہ تاویلِ دِگر

ہم گرُو نانک کے گائیں گردوارے میں کلام
اور گلے کاٹیں مَنکھ کے دھرم یُدھ کے نام پر

رام کی مالا تو جپتے ہیں کہ سنیاسی ہیں ہم
بن کے سنساری ہوئے سنسار کے وجہِ خطر

کرشن کی مُرلی بجائیں کیا مدُھر کیا دِلنشیں
ہاتھ لیکن خون سے رنگین ہو کوئی دیکھے اگر

اے کہ سب مخلوق کے خالق بلا رنگ و نسَب
دِل سے اِنساں کے کدُورت کو مٹا دے سَر بسَر

اے خدائے دوجہاں اے ربِ آدم رحم کر
یہ اندھیرے دُور کر دے روشنی کو عام کر

اُنس سے اِنسان کا دِل ہو منوّر اے خدا
ہو محبّت عام خاور سے بحدِّ باختر

پیارے نبیؐ

بادشاہِ دو جہاں پیارے نبیؐ
ہیں خدا کے راج دُلارے نبیؐ
اس نبیؐ کے مدح خواں سارے نبیؐ
سارے نبیوں سے ہیں یہ نیارے نبیؐ

جذبِ دل سے جو بھی پکارے نبیؐ
ڈوبتے میں اس کے سہارے نبیؐ

غم کے اندھیرے میں اُجالا کریں
شان وہ اُمت کی دوبالا کریں
نظرِ کرم جس پر وہ ڈالا کریں
گرتے گرتے اُس کو سنبھالا کریں

مُفلسوں کو اَرفع و اعلیٰ کریں
کاتبِ تقدیر ہمارے نبیؐ

وہ نبی جو صاحبِ لولاک ہو
باعثِ تخلیقِ ہفت اِفلاک ہو
جوہر فرمانِ عَرفناک ہو
درحقیقت عکسِ ذاتِ پاک ہو

بحرِ طوفاں کیوں نہ ہیبت ناک ہو
پھر بھی نیّا پار اُتارے نبیؐ

سر جو کٹتے تھے نبیؐ کے نام پر
وہ جُھکا کرتے ہیں اب اصنام پر
شامِ غم ہے عالمِ اِسلام پر
خاک ہے اس دورِ خوں آشام پر

چشم تَر ہوں گردشِ ایّام پر
ایسی حالت اب تو سُدھارے نبیؐ

یاس و حسرت دِل پہ طاری اے ہلالؔ
خونِ دِل آنکھوں سے جاری اے ہلالؔ
دہر کی یہ خونخواری اے ہلالؔ
کُلفتیں مِٹ جائیں ساری اے ہلالؔ

کہدے بصد عجز و زاری اے ہلالؔ
"رحم کیجئے رحم ہمارے نبیؐ"

(سنہ ۱۹۶۵ء)

رسولِ عربیؐ (تضمین)

ہو فدا تجھ پہ مری جان رسولِ عربیؐ
تیری سیرت شرحِ قرآن رسولِ عربیؐ

بخدا ہے سِرّ عرفاں رسولِ عربیؐ
"قبلہ و کعبۂ ایمان رسولِ عربیؐ"

ہو گئی ختم نبوّت ترے آنے پہ شہا
ہے سند خوب یہ قرآن رسولِ عربیؐ

ہے شہنشاہی فقط حلقہ بگوشی تیری
مرا ایماں مرا ایقان رسولِ عربیؐ

فقر پر تیرے جہاں بھر کی امارت نازاں
ہاتھ پھیلائے ہیں سلطان رسولِ عربیؐ

کفر و الحاد کے بادل میں گھرا ہے اسلام
اور مسلم ہے پریشان رسولِ عربیؐ

نرغۂ غیر میں پھر اُمّتِ مظلوم ہے آج
خونِ مسلم ہوا ارزان رسولِ عربیؐ

ہم گنہگار سہی ، لاکھ خطاکار سہی
اب تو فرمایئے احسان رسولِ عربیؐ

لے کے اب عرض یہی در پہ ہلالؔ آیا ہے
ہو عطا دولتِ ایمان رسولِ عربیؐ

(۱۹۶۵ء) ○

رسولؐ میرے

جہاں کے رہبر رسولؐ میرے　　بلند و برتر رسولؐ میرے
تمام عالم ہے ایک قطرہ　　مگر سمندر رسولؐ میرے
جو ایک لمحہ میں سدرہ پہنچے　　عجیب شہپر رسولؐ میرے
نوازشوں رحمتوں کا مخزن　　حبیبِ داور رسولؐ میرے
نگاہ ان کی ہے عینِ رحمت　　شفیع پیمبر رسولؐ میرے
عروج ہے ماوراءِ خرد سے　　عظیم افسر رسولؐ میرے

نظر نظر ہے پُر از محبّت شفیق سب پر رسولؐ میرے

سکونِ شب گیسوئے معنبّر صُبح کا منظر رسولؐ میرے

وہی ہیں میری نظر کا مرکز مرا مقدّر رسولؐ میرے

رفیع سب سے شفیع سب کے بروزِ محشر رسولؐ میرے

زمین کی رونق شرف زماں کا جہاں کے گوہر رسولؐ میرے

پسینہ بوئے گلاب ان کا حسین سمن بر رسولؐ میرے

بجُز ندامت میں کچھ نہ لایا تمہارے در پر رسولؐ میرے

ہلالؔ ہر چند پُر خطا ہوں

مجھے ہے کیا ڈر رسولؐ میرے

(بچوں کے لئے)

سورہ فاتحہ

آغاز مرے ہر کام کا تُو ہے سچا تُو، ہے داتا تُو
ہے رحم و کرم تیرا ہر سُو ہر ہر شئے میں تیری خوشبو
بس اللہ ہو، بس اللہ ہو

ہے واجب تیرا شکر و ثنا تو رب ہے دونوں عالم کا
تُو سب کا ماوئی تُو ملجا بندوں پہ کرم ہے تیری خو
بس اللہ ہو، بس اللہ ہو

رحمت تیری سب سے برتر   ہے تیری عادت خیرِ بشر
سب سے افضل سب سے بہتر   ہے پالنہار سبھی کا تُو
بس اللہ ہو، بس اللہ ہو

تُو مالک روزِ محشر کا   جب باپ نہ ہو گا بیٹے کا
ہر رشتہ جس دن ٹوٹے گا   کام آئے جب تیرا ہی عفوٗ
بس اللہ ہو، بس اللہ ہو

معبُود مرا، مسجُود مرا   بس تُو ہی تُو مقصود مرا
سب سے اُولیٰ سب سے اعلیٰ   کعبہ بھی تُو، قبلہ بھی تُو
بس اللہ ہو، بس اللہ ہو

تُو ہم سب کی امداد کرے   خالی دامن بس تُو ہی بھرے
مفلس کو مالا مال کرے   سب محتاجوں کا داتا تُو

بس اللہ ہو، بس اللہ ہو

تو سیدھی راہ دکھا ہم کو اُن کے رستے لے جا ہم کو
تیرا انعام ملا جن کو کر اپنا کرم ارزانی تو
بس اللہ ہو، بس اللہ ہو

اُس راہ سے ہم کو موڑا کر جس راہ پہ چلے غافل خود سر
مغضوب ہوئے جو اہلِ شر للہ کرم، للہ عفو
بس اللہ ہو، بس اللہ ہو

یہ میری دُعا سُن لے آقا اب ہم کو ہدایت دے آقا
بگڑا ہوا کام بنے آقا یوں اپنا کرم فرمائے تو
بس اللہ ہو، بس اللہ ہو

(بچوں کے لئے)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے پیارے کون؟ محمدؐ   نبی ہمارے کون؟ محمدؐ
عرش کے تارے کون؟ محمدؐ   سب سے نیارے کون؟ محمدؐ
صلّی اللہ علیہ وسلّم
صلّی اللہ علیہ وسلّم

سرورِ دیں سردارِ دو عالم   رحمتِ برحق نورِ مجسّم
عظمت والے شوکتِ آدم   بارشِ رحمت جن کی پیہم
رب کے پیارے کون؟ محمدؐ
صلّی اللہ علیہ وسلّم

دولتِ ایماں لانے والے راہِ ھُدیٰ دِکھلانے والے
ختمِ رُسل کہلانے والے نُورِ مُبیں پھیلانے والے

سب کے سہارے کون؟ مُحمدؐ
صلّی اللہ علیہ وسلّم

چاروں جانب پھیلی خُوشبو کُفر کے درد کا مل گیا دارو
خشک ہوئی جڑ شِرک کی ہر سُو گر گئے بُت ہوکر بے قابو

آئے ہمارے کون؟ مُحمدؐ
صلّی اللہ علیہ وسلّم

علم دیا اللہ کی رضا کا جہل مٹایا خلقِ خدا کا
توڑا جادُو لات و عزیٰ کا بدلا یوں نقشہ دُنیا کا

سب کے دُلارے کون؟ مُحمدؐ
صلّی اللہ علیہ وسلّم

جنّت کا رستہ بتلایا دوزخ کا بھی خوف دلایا
جو اسلام کی راہ پہ آیا پلٹ گئی ہے اُس کی کایا
بھاگ سنوارے کون؟ محمدؐ
صلی اللہ علیہ وسلّم

اُن پہ درود تو بھیجو پیہم بدلے گا یوں دِل کا عالَم
رحمت و بخشش ہوگی ہر دَم دِل میں ملال نہیں کوئی غم
پار اُتارے کون؟ محمدؐ
صلی اللہ علیہ وسلم

مدینے کی گلیاں

ہیں جنّت بداماں مدینے کی گلیاں
شفاعت کا ساماں مدینے کی گلیاں

وہ مسجُودِ دل اور وہ مقصُودِ رحمت
عجب خُلد ساماں مدینے کی گلیاں

تجلّی خدا کی عیاں چار سُو ہے
وہ بازارِ عرفاں مدینے کی گلیاں

نوازش، کرم، رحمتِ ہر دُو عالم
مداوائے عصیاں مدینے کی گلیاں

چلو ساتھیو اپنی پلکیں بچھائے
ہوئی ہیں نمایاں مدینے کی گلیاں

تصوّر جہاں عرش کا بل رہا ہے
پرا حدِّ اِمکاں مدینے کی گلیاں

نہ حُور و جناں کا نہ جنّت کا طالب
فقط میرا ارماں مدینے کی گلیاں

سلاموں کے پُرجوش نغمے ہیں جاری
درُودوں سے تاباں مدینے کی گلیاں

ثنائے پنجتنؑ

گناہوں کا چلن ہے اور میں ہوں
امیدِ پنجتنؑ ہے اور میں ہوں

محمدؐ کی طرف نظریں لگی ہیں
وہ شمعِ انجمن ہے اور میں ہوں

جہنم کی شعاعو دُور رہنا
علیؑ سایہ فگن ہے اور میں ہوں

نظر خاتونِ جنتؑ کی ہے مرہم
مرا خونیں بدن ہے اور میں ہوں

بھلا صحرائے دِل کیوں کر نہ ہو سبز
کرم فرما حسنؑ ہے اور میں ہوں

حُسینؑ سے سُرخ روئی کا ہوں طالب
یہی دِل کی لگن ہے اور میں ہوں

بہت شوقِ ثنائے پنجتنؑ ہے
یہی غرضِ سخن ہے اور میں ہوں

ہلالؔ اپنی خطائیں یاد کر کے
شفاعت کی لگن ہے اور میں ہوں

چرچا حُسینؓ کا

ثانی کہاں سے لائے گی دنیا حسینؓ کا
دونوں جہاں میں ہے فقط چرچا حسینؓ کا

خیبر شکن وہ حیدرِ کرارؓ باپ ہے
اعجاز جس کا بدر وہ نانا حسینؓ کا

نامِ یزید مٹ گیا صدیاں گذر گئیں
لہرا رہا ہے آج تک جھنڈا حسینؓ کا

مردانہ وار کود پڑا کربلا کے بیچ
اُمت کہاں چکائے گی قرضہ حسینؓ کا

کیونکر شقی نبھاتے نیابت رسولؐ کی
یونہی نہ تھا یزید سے خدشہ حسینؓ کا

جس پر نثار حُسنِ حسینانِ دو جہان
ملتا ہے اُس رسولؐ سے حُلیہ حسینؓ کا

دعویٰ حسینیت کا کسے یاں نہیں ہلالؔ
پایہ مگر کسی نے نہ پایا حسینؓ کا

ماہِ رحمت

وسیلہ رحمتوں کا ماہِ رمضاں یوں بھی ہے یوں بھی
کہ بخشش سے مزیّن اب مُسلماں یوں بھی ہے یوں بھی

سماں فصلِ بہاراں کا ہوا جب چاند کو دیکھا
خوشی سے مست ہر پیر و جواں یوں بھی ہے یوں بھی

عمل رحمت ہی رحمت ہے تلاوت بھی نہیں کچھ کم
کہ وجہِ خیر سب کے حق میں قرآں یوں بھی ہے یوں بھی

درِ جنّت کھُلا ہے آتشِ دوزخ بجھی دیکھو
مکان و لامکاں جنّت نشاں یوں بھی ہے اور یوں بھی

جسے حاصل ہوئی شبِ قدر کی اس ماہِ رحمت میں
جہاں کیا دو جہاں میں کامراں یوں بھی ہے اور یوں بھی

مسلماں سے اِدھر نالاں اُدھر اللہ سے آزردہ
کہ دل مردودِ شیطاں کا پریشاں یوں بھی ہے اور یوں بھی

ہلالؔ اس ماہ کے اوصاف کیا جانے کہاں سمجھے
نصیبوں کا جلا وہ غرقِ عصیاں یوں بھی ہے اور یوں بھی



عشقِ حرم

میرے ہاتھوں سے میرا قلم چھین لوگے
میرا دھن، میرا تن، میرا دم چھین لوگے

میری تحریر پر لاکھ پہرے لگیں گے
میری تقریر کا زیر و بم چھین لوگے

میرے اپنے ہی گھر میں مجھے قید کر کے
میری راہوں کے سب پیچ و خم چھین لوگے

آبرو میری نیلام کرنے کی خاطر
اس کلاہِ فضیلت کا خم چھین لوگے

دامِ تزویر میں مجھ کو پابند کر کے
میرے آہوئے ارماں کا رم چھین لوگے

میری بربادیوں کی وہ سازش کرو گے
میرا آرام جاہ و حَشَم چھین لوگے

مسخ کرنے چلے ہو مرے بانکپن کو
یہ مری شان میرا بَھرم چھین لوگے

روند ڈالو گے میرا چمن میرے غنچے
میری شادابیاں ہر قدم چھین لو گے

یہ عمارات، یہ گھر، یہ بازار، گلیاں
میں بساؤں گا تم دم بدم چھین لو گے

جس کی تزئین میرے لہو سے ہوئی ہے
اس حسین سرزمین کا بھرم چھین لو گے

تم سبھی چھین لو پر یہ ممکن نہ سمجھو
میرے دِل سے یہ "عشقِ حرم" چھین لو گے

متوازی خطوط

میں کہ افسردہ و ناشاد و ستم دیدہ ہوں
میں وہ تارا کہ گرا رات فلک سے یکسر
قطرۂ اشک کہ صحرا میں ٹپک جائے کوئی

تم کہ جس راہ سے گذرو تو بہار آجائے
کہکشاں جُھک کے قدم چُوم لیا کرتی ہے
کتنے ہی گوہر نایاب نچھاور تم پر

میں کہ گُل کِھلنے نہ پائے تھے قفس میں پہنچا
دِن تو رو رو کے گذارا اور جب رات آئی
ہم صفیروں کی جگہ بوم کی آئی آواز

تم ببولوں کو گلابوں کی قبائیں بخشو
دن سمن زاروں میں، شب طرب و تبسم مل جائیں
لمحہ لمحہ وہ خوشی دُکھ کا تصوّر بھی نہ ہو

ہاں سمندر کی بلاخیز تھیں موجیں پھر بھی
میری کشتی نے بھی طوفانوں سے ٹکّر لی ہے
عینِ گرداب میں پتوار مگر ٹوٹ گئی

تم کہ موجوں نے کبھی راہ نہ روکی ہرگز
اور اگر اُٹھا بھی طوفاں سلامت گذرا
یہی کشتی تھی کہ لے آئی کنارے پہ تمہیں

ایک بھی ہاتھ نہ اُٹھا ہے دُعا کو میری
ساز جو ہاتھ لگا راگ اَلاپے غم کے
غم بہ دل، مُہر بہ لب، خُوں بہ مژہ ہوں یارو
کوئی اِس غم کو خوشی سے نہ خمیدہ کرلے

تم کہ جس دِل کو ستاؤ وہ دعائیں دے تمہیں
جس جگہ جاؤ طرب زار بنے وہ محفل
گُل بدن، نغمہ بہ لَب، عشرت دُنیا بکنار
ہو مبارک تمہیں ایسی ہی خوشی بے خم و پیچ

بے کھٹک چلتے رہو

(۱۹۷۶ء)

اُستاد سے

مایۂ صد ناز ہے اُستاد تُو
صاحبِ اعجاز ہے اُستاد تُو

حق کی اک آواز ہے اُستاد تُو
جس پہ سب کو ناز ہے اُستاد تُو

قوم کی تعمیر کا حق کر ادا
پھر تُجھے درجہ مِلے اُستاد کا

تو مِٹا باطل اُٹھا شمشیرِ حق
یک بیک کر تو بلند تکبیرِ حق

کر جہاں میں شوق سے تشہیرِ حق
بن دو عالم کیلئے تصویرِ حق

نُورِ حق سے ظلمتِ باطل مِٹا
پھر تجھے درجہ مِلے اُستاد کا

جو ہیں غفلت میں، انہیں بیدار کر
تو بنا ہُشیار کو ہُشیار تر
جو پڑے ہیں مُشکلوں سے ہار کر
ان کی ہمت تو بندھائے با اثر
جو دبے مشکل سے، اُس کو کر کھڑا
پھر تجھے درجہ مِلے استاد کا

نُور پھیلا تُو، ضیائے علم سے
وَجد کر برپا نوائے علم سے
سُبز کر گلشن ہوائے علم سے
باغِ عالم لہلہائے علم سے
پھُول مُرجھائیں تو بن بادِ صبا
پھر تجھے درجہ مِلے استاد کا

تُجھ پہ نازاں نازنینانِ وطن
مہر ہے تُو اے مہربانِ وطن
علم تیری شان تو شانِ وطن
تُو بنا دلکش گُلستانِ وطن
آبیاری کر چمن کی گُل کھِلا
پھر تجھے درجہ مِلے اُستاد کا

نغمۂ شیرین کا تو ساز ہے　　لحنِ داؤدی تری آواز ہے
آسمانوں تک تری پرواز ہے　　غم نصیبوں کیلئے دمساز ہے

آشنائے حق تو، اوروں کو بنا
پھر تجھے درجہ ملے اُستاد کا

قوم کی کشتی کا کھیون ہار تو　　موجِ طوفاں سے نہ ہمت ہار تو
عزم محکم ہے تو ہوگا پار تو　　قوم کا پھر سُن ذرا اظہار تو

اے ہلالؔ یہ مردِ ہے مردِ خدا
یوں تجھے درجہ ملے اُستاد کا

نذرِ اقبالؒ

خودی کا رازداں خوددار اقبالؒ
خدا کے فن کا اِک شہکار اقبالؒ

نگاہِ مردِ مومن میں ہے تقدیر
کرے ہے فاش یہ اسرار اقبالؒ

شعورِ بے خودی کا پردہ در ہے
حیاتِ تازہ کا معمار اقبالؒ

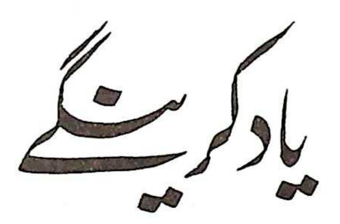
ہے جو عشق کو جبریلؑ کا دم
دمِ مستی ہے وہ ہشیار اقبالؒ

یہ حق ہے حق کی اک آواز ہے یہ
سمن زارِ خودی کا یار اقبالؒ

عزائم کی بُلندی کا پیمبر
یقیں دردِل سُبک رفتار اقبالؒ

تلاش و جُستجو میں گرم و پُرجوش
مگر شیریں دمِ گُفتار اقبالؒ

فقیری جس کی رشکِ صد امیری
ریا کے زُہد سے بیزار اقبالؒ



خالی یہ مرا جام تمہیں یاد کرینگے

ساقی یہ لُطفِ عام تمہیں یاد کرینگے

اب سَحَر ہو یا شام تمہیں یاد کرینگے

آئے کوئی الزام تمہیں یاد کرینگے

اے اُلفتِ ناکام تمہیں یاد کرینگے

یہ فصلِ گُل و لالہ اور مُرجھائے ہوئے پھُول
اے بادِ بہاری اِدھر کیوں راہ گئی بھُول
ہر دشت سمن زار اس گلشن میں اُڑے دھول
جُز شومئ قسمت بھلا کس پر کریں محمول
اے رہزنِ آرام تمہیں یاد کرینگے

جب صبر نے حد توڑ دی اُس شب کی قسم ہے
جب جھُوم اُٹھی زندگی اُس شب کی قسم ہے
نظروں نے جب دل کی کہی اُس شب کی قسم ہے
ظُلمت بنی جب روشنی اُس شب کی قسم ہے
صد رشکِ سحر شام تمہیں یاد کرینگے

(سنہ ۱۹۶۷ء)

وادیٔ سانکو[1]

سرزمینِ خطۂ لداخ کی تُو آبرو
وادیٔ شاداب ہے تو حاصل صد رنگ و بو
برلبِ دریائے سورو حُسنِ فطرت چار سو
شاعرِ افسردہ خاطر کے لئے ذوقِ نمو
وادیٔ سانکو ترے رنگین نظاروں کو سلام
گلشنوں کو، سبزہ زاروں، کوہساروں کو سلام

---

[1] ضلع کرگل کے جنوب کی طرف چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر ایک حسین وادی کا نام

ذرّے ذرّے ہیں یہاں سرمایۂ امن و سکوں
نے کوئی ہنگامہ برپا نے غمِ دنیائے دُوں
واہ یہ رنگین فضا لیکن مرا سوزِ دروں
کس قدر تڑپا رہا ہے کیا کہوں کس سے کہوں
وادیٔ سانکو ترے اعجازِ مرہم کو سلام
ایسے چارہ ساز کو اور ایسے ہمدم کو سلام

یہ قدآور کوہ ہر سُو مخملیں تنبو کے گرد
جیسے پہرے دار ہوں اِک ملکۂ مہرو کے گرد
ایک البیلی دوشیزہ سبزۂ خودرو کے گرد
کرتی ہے اٹھکیلیاں جیسے صبا خوشبو کے گرد
وادیٔ سانکو ترے اِس حُسنِ سادہ کو سلام
اور تیری مستیٔ بے جام و بادہ کو سلام

ہر طرف پھولوں کی خوشبو موج میں آئی بہار
سُرخ، نیلے، چمپئی، کُچھ گُل یہاں کُچھ گُلعذار
وہ شبابِ پُر فتن ہر سُو قطار اندر قطار
اور کوئی مستِ عرفاں زاہدِ شب زندہ دار
وادیٔ سانکو ترے بانکے جوانوں کو سلام
زہد و تقویٰ کی صداؤں ان اذانوں کو سلام

مُفلسی کا غم نہیں پروائے عشرت بھی نہیں
تجھ پہ قربان شہر ہائے پُر طرب اور دِل نشیں
خاک کے ذرّے یہاں کے رشکِ صد لعل و نگیں
یہ سکوں پرور فضا جنّت میں بھی ممکن نہیں
وادیٔ سانکو مُعطّر تیرے گُلشن کو سلام
جانفزا حُسنِ چمن لمحاتِ روشن کو سلام

ہاں ابھی تہذیبِ حاضر سے نہیں تُو آشنا
وارثِ اسلاف ہے تُو کم نہیں یہ مرتبا
پنجتن کی حق پرستی تجھ میں دیکھی برملا
یہ توکّل یہ قناعت لگ رہا ہے خواب سا

وادیٔ سانکو ترے مذہب پرستوں کو سلام
حق شناسوں کو مئے اُلفت کے مستوں کو سلام

یہ اندھیرے گھر اگر خالی ہیں برقی نُور سے
کم نہیں ہرگز مگر یہ جلوہ گاہِ طُور سے
نُورِ ایمانی نظر آتا ہے اِن میں دُور سے
غم زمانے کے یہاں ہوتے رہے کافور سے

وادیٔ سانکو ترے روشن ضمیروں کو سلام
اِن بظاہر مُفلسوں دل کے امیروں کو سلام

تیری حالت کا مگر آتا ہے رہ رہ کر خیال
دعویٔ منصوبہ بندی اور پھر تیرا یہ حال
دیکھنا تو دیکھنا ، سننا بھی جس کا ہے محال
کچھ نہ کہنے پر بھی لیکن یہ تو کہدے گا ہلالؔ

وادیٔ سانکو ترے اربابِ عشرت کو سلام
مفلسی پر خندہ زن ، تیری حکومت کو سلام

(۱۹۷۳ء)

میرا وطن

اَرضِ گُل و یاسمن کشمیر ہے
زِندہ دِلوں کا وطن کشمیر ہے
ثانیٔ باغِ عدَن کشمیر ہے
مخزنِ ہر علم و فن کشمیر ہے

بُلبلیں ہم ہیں چمن کشمیر ہے
یہ وطن میرا وَطن کشمیر ہے

یہ فضا اس کے تقدّس کی دلیل
ہر ندی اس کی مثالِ سلسبیل
آبِ تازہ سے بھری ہر ایک جھیل
رودِ جہلم کم نہیں از رُودِ نیل
گُل عذار و گُل بدن کشمیر ہے
یہ وطن میرا وطن کشمیر ہے

گود میں ہے اِک چمن کُہسار کے
اور کنول زینت ہیں اس گلزار کے
پھول قاتل ہیں یہاں ہر خار کے
کیا مزے ہیں دیدۂ بیدار کے
ظالموں پر تیغ زن کشمیر ہے
یہ وطن میرا وطن کشمیر ہے

یہ وطن آزاد کا مہجور کا
یہ وطن ہے میر کی اِک حُور کا
ہے صمد موسے اسی کے طُور کا
للہ کو عرفاں ہے اس کے نُور کا

جان نورالدین، تن کشمیر ہے
یہ وطن میرا وطن کشمیر ہے

اللہ اللہ خُلد کی یہ سرزمین
خاک اس کی بہتر از لعل و نگیں
خطۂ اُنس و محبّت بالیقین
حرف نفرت یاں کوئی سُنتا نہیں

اُلفتوں کی انجمن کشمیر ہے
یہ وطن میرا وطن کشمیر ہے

یہ سبق دیتا رہا ایمان کا
بول بالا ہے یہاں عرفان کا
یاں نمونہ ہر بشر اِنسان کا
دہر ہے قائل اسی احسان کا
واقعی دَارُالاَمن کشمیر ہے
یہ وطن میرا وطن کشمیر ہے

کون کر لے زیر کس کا حوصلہ
یہ دبانے پر اُبھرتا ہی رہا
دوستوں کے واسطے بادِ صبا
دشمنوں کے حق میں پیغامِ قضا
اک مُچلتا بانکپن کشمیر ہے
یہ وطن میرا وطن کشمیر ہے

اتنی تعریفیں بجا لیکن ہلالؔ
اس کی قسمت پر ہوا اکثر ملال
جبر اب بھی کر رہا ہے پائمال
یہ ستم اور اس کی ہمت بے مثال
اپنے سر باندھے کفن کشمیر ہے
یہ وطن میرا وطن کشمیر ہے

بہار اور میں

بہار پُر بہار ہے گلوں پہ اِک نکھار ہے
وہ فرشِ سبزہ زار ہے دِلوں کو بھی قرار ہے
کہیں فسُردگی نہیں
مگر مجھے خوشی نہیں

خزاں کے دِن گذر گئے خوشی کے جام بھر گئے
چمن چمن سنور گئے جہاں گئے جدھر گئے
خیالِ برہمی نہیں
مگر مجھے خوشی نہیں

وہ دوستوں کے قہقہے　　　یہ بلبلوں کے چہچہے

یہ سبزہ زار لہلہے　　　وہ آبشار کیا بہے

غموں کی چھاؤں بھی نہیں

مگر مجھے خوشی نہیں

یہ محفلیں سرور کی　　　وہ بزم رنگ ونور کی

اڑان وہ طیور کی　　　یہ رقص گاہ حور کی

خوشی کی کچھ کمی نہیں

مگر مجھے خوشی نہیں

وہ بادلوں کے کارواں　　　یہ شعلہ خیز بجلیاں

رواں ہیں سوئے گلستاں　　　دوشیزگانِ نغمہ خوان

فقط یہ نغمگی نہیں

مگر مجھے خوشی نہیں

فرازِ کوہ کی ندی بجائے سازِ سرمدی
جو سدِّ راہ بن گئی چٹاں وہ اُکھاڑ دی
رواں ہوئی رُکی نہیں
مگر مجھے خوشی نہیں

یہ شوخیاں شباب کی وہ صورتیں گلاب کی
رُتیں شرابِ ناب کی گناہِ بے حساب کی
غموں کی یہ گھڑی نہیں
مگر مجھے خوشی نہیں

یہ موسمِ گُل و سَمن غموں کی دِل میں یہ چُبھن
ہلاک تیرا فکر و فن رہینِ صد غم و مِحَن
یہ کوئی زندگی نہیں
مگر مجھے خوشی نہیں

خطۂ اُوڑی

تیرے کوہستان ہیں صد رشکِ لالہ زار سُن

تیرے سنگریزے ہیں قیمت میں دُرِ شہوار سُن

تیرے غازی مُلک و مِلّت کے سپہ سالار سُن

تیری عصمت کے محافظ یہ ترے کوہسار سُن

خطۂ اُوڑی چمن زارِ شجاعت مرحبا

یہ چٹانیں ہیں بلا شک معدنِ لعل و گہر
تیرے پتھر ہیں گراں از تودہ ہائے سیم و زر
جنگلوں میں یہ ترے مسحور کُن اونچے شجر
دعوتِ نظّارہ دیتے ہیں بلا خوف و خطر
خطّۂ اوڑی مرے خوابوں کی جنّت مرحبا

مدّتوں تیری زمیں تھی عرصۂ کرب و بلا
تیرے حالِ زار کا برسوں کوئی پُرساں نہ تھا
تجھکو اپنوں اور پرایوں نے کبھی پُوچھا نہ تھا
تُو ہدف بنتا رہا ہر ظلم کا ہر جور کا
خطّۂ اوڑی یہ تیری استقامت مرحبا

تیرے فرزندوں نے جھیلے ہیں ہزاروں درد و غم
جانبِ منزل بڑھے لیکن بصد جاہ و حشم
جہدِ پیہم کا نتیجہ ہو گیا آخر بہم
کاوشیں ان کی ہیں اور اللہ کا فضل و کرم
خطّۂ اوڑی سزاوار فضیلت مرحبا

برق بن کر ظلم کے خرمن کو خاکستر کیا
جابروں پر وار پھر بے تیغ و بے خنجر کیا
مرحلہ پھر فتح کا اس طور تُو نے سر کیا
دیکھنے والوں کو جرأت نے تری ششدر کیا
خطّۂ اوڑی تری صبحِ سعادت مرحبا

خواب سے اب جاگ اُٹھے ہیں یہ تیرے شیر اَب
کس کی ہمّت ہے جو کرلے گا دوبارہ زیر اَب
گیدڑوں کو چال چلنے میں ہوئی ہے دیر اَب
یاں کسی شدّاد و فرعُون کی نہیں ہے خیر اَب
خطّۂ اوڑی یہ تیرے اہلِ غیرت مرحبا

کامرانی کی فقط یہ ابتداء ہے دوستو
سوچ کر چلنا ہے چل کر سوچنا ہے دوستو
بڑھتے ہی جاؤ کہ منزل تھامنا ہے دوستو
پھر یقیناً سب کو یہ کہنا پڑے گا دوستو
خطّۂ اوڑی ہے اِک شہکارِ فطرت مرحبا

تعارُف

کھولی جو آنکھ زندگی بجلی تھی کڑک تھی
تھی موجِ نغمہ بھی کرشمہ سازِ سحر بھی
اس میں نمایاں تھی عجب تابندہ روشنی
یہ تھی شبِ مہتاب بھی خورشید صفت بھی
تھی کیف زا اور گُل بداماں خوش نظر دنیا
اللہ کی عنایات کی نُورِ سحر دنیا

آگے مگر اِک ورطۂ حیرت نظر آیا
ہر سمت جہانِ غم و حسرت نظر آیا
سارا جہاں اِک کُلبۂ ظُلمت نظر آیا
ہر گوشہ عجب خانۂ کُلفت نظر آیا
کچھ بھی نِگہ میں جُز اَلَم و یاس نہیں تھا
جینے کا دُور دُور تک احساس نہیں تھا

اِس ~~طرف~~ اِدھر مصائب اُدھر صدمات کا عالم
تھا اِضطراب و اَشک کی برسات کا عالم
بے برگ و بار پر بُریدہ ذات کا عالم
کانٹوں بھری راہیں اندھیری رات کا عالم
تھی آمد و شُد سانس کی بس اپنی زندگی
بے کار تھی، بے سُود تھی بے ڈھب تھی زندگی

بے صوت وصدا وقت کی رفتار تھی جاری
رہوارِ ساعت پر رواں تھی اپنی سواری
خوش رنگ تھا یہ دام اور خوش پوش شکاری
تھی برق زناں اصل میں تلوار دو دھاری

سفّاک جہاں کا یہ نظّارہ ہی عجب تھا
قاتل تھا جفا جُو تھا یہ عیّار غضب تھا

ہر چند بسائی تھی خیالات کی دنیا
ثابت ہوئی ناکام محالات کی دنیا
آخر کھُلا یہ تھی فقط جذبات کی دنیا
تھی اس سے الگ اصل اولا ثبات کی دنیا

بے کار تھا بے کیف خرافات کا عالم
یت جھڑ کی تیرگی کا یہ آفات کا عالم

تھا دُور تلک بحرِ بے ہنگام نظر میں
نے دانہ نظر میں تھا نہ تھا دام نظر میں
اس شدّتِ غم میں نہ تھا انجام نظر میں
یوں دفعتاً چھانے لگی اِک شام نظر میں

اب تو یہ میرا سینۂ صد چاک ہے میں ہوں
یہ دیدۂ نم ناک، دل غم ناک ہے میں ہوں



آنے کو یوں جہان میں آئے ہزار عید
لیکن نہ دل کو بخش سکے گی قرار عید

خوشحال کو پیامِ سرور و نشاط ہے
نادار کو پیامِ غمِ بے شمار عید

سمجھے تھے ہم کہ ہوگی پیامی سکون کی
وہ غم دیا کہ تیرا اُٹھا اعتبار عید

ناکامیابِ عِشق کو پیغام اِضطراب
اور کامیابِ شوق کے دِل کا قرار عید

مُفلس کو راس آئے محرّم ہی دوستو
سرمایہ دار چاہے کہ ہو بار بار عید

ہونگے ہلال اور جنہیں دے گئی خوشی
آکر مجھے بنا گئی ہے سوگوار عید

آنسو

کرتے یوں سیراب ہیں آنسو
چاہیں تو سیلاب ہیں آنسو

خوشیوں میں بھر آئیں آنکھیں
غم کی آب و تاب ہیں آنسو

شبِ ہجراں کی تاریکی میں
پلکوں پر مہتاب ہیں آنسو

موتی جان کے خوب بہائے
دیکھا لو سیماب ہیں آنسو

دریا بھی ہم ہی نے بہائے
اب جیسے نایاب ہیں آنسو

تم آؤ برسات لگے گی
بہنے کو بیتاب ہیں آنسو

جو شکوے الفاظ نہ پائیں
ان کی ایک کتاب ہیں آنسو

دوہے

شیتل مَن تھا بِرہ کی اگنی لاگی ایسی رات
پَو پھُوٹے تک حال بنا وہ راکھ نے کھائی مات

سجن تھے ایسے بیچ بھنور میں لا کر چھوڑا ہاتھ
ساحل پانا لاگے مشکل لہریں نا دیں ساتھ

سُندر کومل دیوی اِک اِک جگ میں ایسی بھائے
حلوائی کے ہر پکوان پہ جیوں بالک للچائے

دھرم کے رکھشک ڈال گئے ہیں دِل پر ایسی چھاپ
میں جگت کلیاں کا کیسے کر پاؤں گا جاپ

گیانیوں کے اگیان نے ایسی بھڑکائی ہے آگ
دھرتی کی اَتھر ناری کا اُجڑ گیا سُہاگ

چڑھتا سورج یووَن آیا لے کر اِک وشواس
پل پل دن کے ڈھلتے یارو "لوٹن لاگی آس"

رُت آئے رُت جائے کتنے برس گئے یوں بیت
ڈھونڈے سے بھی مِل نہ سکایاں کوئی سچا مِیت

کہنے کو تو سب کہتے ہیں سچی بات ہلال
سچائی کا سب سے زیادہ دھرتی پر ہے کال

دوہے

وہ برکھا کے دِن وہ راتیں چندا سے پُر نُور
جوت جگاتے تھے جو من میں وہ دن گئے حضور

رِشتے ناطے پریم کتھائیں سپنے لپنے بھُول
اِک دُوجے کے خون کے پیاسے اب کا یہی اصول

ہر جانب بے گور و کفن یہ لاشوں کے انبار
واہ رے شاعر تیری نظر میں صرف لب و رخسار

"تن اجلے من کالے" سب کے کہہ گئے سائیں یار
من بھاون کپڑوں کے اندر چھپی وہ تیز کٹار

قوم کے غم میں ہم نے کیا کیا سہے نہ دل پر وار
زی¹ کی خاطر ڈش² لگوایا رین کٹی تب یار

ہم کو ہووے حیرت جب بھی آوے نظر ہلال
اس یگ میں بھی اس کا من ہے پریم سے مالامال

---

1. ZEE TV 2. DISH ANTEENA

اُڑتا غبار

(تضمین)

"حسین وادیٔ کشمیر سوگوار ہے آج"
خزاں بدوش یہاں کی ہر اِک بہار ہے آج

پیامِ مرگ فضائیں بکھیر دیتی ہیں
کہ صبر و ضبط کا جامہ بھی تار تار ہے آج

لُٹا سُہاگ کسی کا کوئی شباب مِٹا
قدم قدم پہ نظر میں کوئی مزار ہے آج

کنول ہے سربگریباں سمن ہے پژمردہ
وُلر فسردہ ہے ماتم کناں چنار ہے آج

سہم گئے ہیں وہاں طائرانِ خوش آواز
یہاں یہ سبزۂ گُلمرگ اشکبار ہے آج

بکھر رہی ہے فضاؤں میں آتشِ بارود
فسردگی ہے دِلوں میں کہاں قرار ہے آج

بسے بسائے گھروں کی وہ ایک ویرانی
چمن چمن میں وہ اُڑتا ہوا غبار ہے آج

۶

پرندو! زیرِ پَر منقار کیوں ہو

گلو! خوشبو سے یوں بیزار کیوں ہو

ہواؤ! کُو بکو کیوں خاک چھانو

گلابو اس قدر پُرخار کیوں ہو

گھٹاؤ! مستیاں کیوں بھُول بیٹھے

شرابو! جام سے بیزار کیوں ہو

ستارو! شوخیاں کافُور کب سے

سحر لمحو! یہ شب آثار کیوں ہو

نظارو! کیا ہوئی وہ دلفریبی
بہارو! اس قدر خُونبار کیوں ہو

خیالو! عرش پیمائی ہوئی کیا
ارادو! یوں تہہِ ادبار کیوں ہو

رقیبو! اب تمہارا ہی سہارا
رفیقو! درپئے آزار کیوں ہو

حریفو! کُند کیوں خنجر تمہارے
حلیفو! یوں پسِ دیوار کیوں ہو


غزلیں

○

اپنے دِل کے زخم دِکھاتا لیکن اِک مجبوری ہے
دنیا کو ہمراز بناتا لیکن اِک مجبوری ہے

ٹھیس لگی ہے دِل کے آئینے کو سنگِ حقیقت سے
افسانوں کی اوٹ میں جاتا لیکن اِک مجبوری ہے

درد کے مارو اب اپنا خود آپ کہیں درمان کرو
میں بھی تمہارے کام آجاتا لیکن اِک مجبوری ہے

موجِ ہلاکت خیز سے ٹکرائی ہے کشتی خود میں نے
یوں تو ساحل پہ لے آتا لیکن اِک مجبوری ہے

میری خشک مزاجی پر یہ طنز تمہارا بے جا ہے
پیتے پیتے ہوش گنواتا لیکن اِک مجبوری ہے

میں بھی ہوں انسان مجھے بھی عیش و طرب کی خواہش تھی
دنیا کے دُکھ کیوں اپناتا لیکن اِک مجبوری ہے

عارضِ رنگیں، زلفِ پریشاں اور عنایت بار نظر
بھُول کے اُن کو یوں نہ بھُلاتا لیکن اِک مجبوری ہے

ریاں
چہرے پر یہاں خول چڑھائے پھرتا ہے ہر شخص ہلالؔ
اصلی چہرہ کون چھُپاتا لیکن اِک مجبوری ہے

رات آئے وہ نہ آئیں تو غزل ہوتی ہے
نیند آنکھوں سے چرائیں تو غزل ہوتی ہے

غمِ ہستی، غمِ جاناں، غمِ دل اور غمِ جاں
پے بہ پے تیر چلائیں تو غزل ہوتی ہے

کُلفتیں گھیرے ہوں میں رہوں کھویا سا
اُنگلیاں لوگ اُٹھائیں تو غزل ہوتی ہے

چاندنی مہکی ہو مَیخانے سے آئے آواز
دل میں پیمانے سمائیں تو غزل ہوتی ہے

وہ ہمیں یاد نہ آئیں تو قضا آتی ہے
ہم انہیں یاد نہ آئیں تو غزل ہوتی ہے

اپنا ایمان مئے وعشق وجنون ہے یارو
یوں اگر عمر بتائیں تو غزل ہوتی ہے

○

کیا کرے کوئی عرضِ ہُنر دوستو
کاش ہوتا کوئی دِیدہ وَر دوستو

اب خدارا اِدھر بھی نظر دوستو
دِل جلوں کی بھی لینا خبر دوستو

عشق جو ہے علاجِ غمِ دو جہاں
کاش ہوتی تمہیں بھی خبر دوستو

موسمِ گُل بھی ہے اور ہے اَبر بھی
ایک ساغر بڑھانا اِدھر دوستو

نیکیاں بھی گِنو جانے والے کی اب
عیب ڈھونڈا کئے عُمر بھر دوستو

○

غم تو آخر تیرا غم ہے کیا کہیئے
لب پہ تبسم آنکھ بھی نم ہے کیا کہئے

شور مچا کیوں رندوں کا یہ محفل میں
ساقی گم یا مئے ہی کم ہے کیا کہئے

وہ جس کو ہم اپنا خاص سمجھتے تھے
عام ہے زیادہ خاص وہ کم ہے کیا کہئے

پھر وہ سفینہ آن لگا ہے بیچ بھنور
اور وہ آندھی پھر برہم ہے کیا کہئے

اہرمنوں کی بستی میں ہم آن پھنسے
یزدانوں میں اب بھی دم ہے کیا کہئے

روز نیا اِک عہد محبّت کرتے ہیں
روز نئے فِتنوں کا غم ہے کیا کہئے

پاؤں شَل اور منزل دُور ہلالؔ ابھی
رستہ وہ پُر پیچ و خم ہے کیا کہئے

نغمۂ عیش سناؤ کہ بہار آئی ہے
آ چلو پھول کھلاؤ کہ بہار آئی ہے

چاندنی مہکی وہ بادل نے سمیٹا پردہ
زُلف کو رُخ سے ہٹاؤ کہ بہار آئی ہے

ہم نے کیا کیا نہ ستم دورِ خزاں میں جھیلے
دوستو بھول بھی جاؤ کہ بہار آئی ہے

تشنگی حد سے گذر جائے تو مُشکل ہوگی
جام پر جام پلاؤ کہ بہار آئی ہے

گُل بدن رشکِ بہاراں ہو زمانے کے لئے
اب تو آغوش میں آؤ کہ بہار آئی ہے

غم کی مسموم ہواؤں کے دِن بیت گئے
اب ہلالؔ ہوش میں آؤ کہ بہار آئی ہے

شورشِ دنیا راس نہ آئی تنہائی سے پیار کیا
چند خیالوں کی محفل میں خوب سجی اپنی دنیا

پھولوں کی جب خُوشبو پھیلی عالم سب رنگین ہوا
ٹیس اُٹھی زخموں کی دل میں کانٹوں نے دامن تھاما

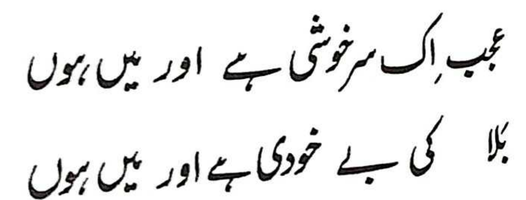
چاند ستارے بھی ہیں روشن سورج بھی ضو افگن ہے
پھر بھی کیوں ہر شخص اندھیرے میں ڈھونڈھے یوں رستا

درد و الم کے ماروں پر لے چارہ گرو کچھ رحم کرو
آنسو پونچھو کیا ہوتا ہے مرہم کر لو زخموں کا

لفظوں کی متعفن لاشیں ہر جانب بے گور و کفن
مہر و وفا کی باتیں سب افسانے، افسانوں کا کیا

یخ بستہ سے جذبے کچھ اور افسردہ ارمان کئی
یہی ہلال ہے اپنی پونجی اور یہی ہے سرمایا

○



عجب اک سرخوشی ہے اور میں ہوں
بلا کی بے خودی ہے اور میں ہوں

ستارے کارواں در کارواں ہیں
مری تنہا روی ہے اور میں ہوں

مبارک آپ کو ہوش و خرد ہو
مری وارفتگی ہے اور میں ہوں

جہاں کے آئینہ خانے میں یارب
تری جلوہ گری ہے اور میں ہوں

ہلالؔ اپنوں نہ بیگانوں سے مطلب
یہ دُنیا اجنبی ہے اور میں ہوں

○

چراغِ آرزو بجھنے نہ پائے
غمِ موہُوم ہیں دِل سے لگائے

جفا ہو یا وفا سب ہے گوارا
بہر صورت رہو دِل میں سمائے

حقیقت حُسنِ عالم کی نہ سمجھے
بہت دھوکے دِل ناداں نے کھائے

سُرورِ شوق سے ہوں چند باتیں
غموں کا کیا یہ اپنے، وہ پرائے

غمِ دِل ہو کہ آلامِ زمانہ
چھُپے کب تک کوئی کیونکر چھپائے

ہلالؔ انساں بنے انساں تو دیکھو
یہ مرگ و زیست تک قبضے میں لائے

○

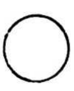
سعیٔ پیہم رائیگاں ہے آج بھی آؤ چلیں
غم رُبا اب تو نہیں کوئی خوشی آؤ چلیں

یہ ستم یہ قہر سامانی یہ رنگ بے دلی
موت کا نقشہ ہے اپنی زندگی آؤ چلیں

آس تھی سو مٹ گئی زخموں پہ زخم آتے رہے
ہے وفاؤں کا یہاں بدلہ یہی آؤ چلیں

کون اپنوں کا سہارا غیر کا کیسا گِلہ
دوستی کے بھیس میں ہے دُشمنی، آؤ چلیں

غم کا ہوتا تھا مداوا جام مئے لیکن ہلالؔ
اب تو غم انگیز ہے خود میکشی، آؤ چلیں



دِل میں جب تک اُن کے غم پنہاں رہے
ہم نہ پابندِ غمِ دوراں رہے

جس قدر بھی ہوں ہلاکت خیز یاں
ہم رہیں، کشتی رہے، طوفاں رہے

شرفِ آدم کی سُنی تھی داستاں
ہم مگر جب تک رہے ارزاں رہے

زیست اپنی زلیت ہے جب تک ہلالؔ
آنکھ آئینہ صفت حیراں رہے



اپنی دُنیا آنسو آنسو اُن کا عالم گُلشن گُلشن
غم نے ایسی آگ لگادی خاک ہوا ہے دِل کا خرمن

نگر نگر ویرانی سی ہے بستی بستی آگ لگی ہے
امن و محبت کے متوالے خون کے پیاسے امن کے دشمن

غنچے چٹکے، کلیاں مہکیں، سرو وسمن نے رنگ نکھارا
گلشن میں ہے فصلِ بہاراں یا میرے محبوب کا جوبن

کوئی ہے دولت کا بندہ، کوئی ہے شہرت کا بندہ
ایک ہلالؔ نے خوب بنایا گوشۂ خلوت اپنا مسکن

○

یہ جہاں اِک سراب ہے پیارے
زیست کیا؟ ایک خواب ہے پیارے

کارگر ہو گئی نظر تیری
دِل کی بستی خراب ہے پیارے

دیکھ زاہد وہ ابر جھُوم آیا
لے یہ جامِ شراب ہے پیارے

آ کہ ظُلمت میں وہ رُخِ تاباں
رشکِ صد ماہتاب ہے پیارے

تیری فرقت میں روتے روتے ہلال
کھو چکا آب و تاب ہے پیارے

کِس سمت اُٹھ رہے ہیں قدم کچھ نہ پوچھئے
ڈھائے گا عشق کتنے سِتم کچھ نہ پوچھئے

زاہد ہی جانے فرق گناہ وثواب کا
رِندوں پہ جامِ جم کا کرم کچھ نہ پوچھئے

ہوتا ہے رنگ دِل کے چمن کا لہو لہو
آغازِ صبحِ گُل کا صنم کچھ نہ پوچھئے

اُٹھی نِگاہ جِس طرف اُمیدِ شوق سے
دامن کشی خارِ الم کچھ نہ پوچھئے

آئینۂ حیات کی یہ دلفریبیاں
ہر اک تری ادا کا بھرم کچھ نہ پوچھیے

آغازِ عشق ہی میں ہوئے گم ہلال ہم
انجام محبت کی قسم کچھ نہ پوچھیے

○

اب تمہارا بھی اعتبار اُٹھا
زندگی، لے مجھے تو مار اُٹھا

زاہدِ تشنہ لب نے پی اتنی
میں ہی محفل سے شرمسار اُٹھا

ایسی کروٹ بدل گیا عالم
آدمیت کا اعتبار اُٹھا

پھر تجھے نامہ لکھ رہا ہوں آج
دل میں یادوں کا پھر غبار اُٹھا

یاد پھر آ گئے مئے و ساقی
پھر کوئی تشنہ میگسار اُٹھا

ہم ہی اُس در سے نامُراد آئے
ورنہ ہر شخص کامگار اُٹھا

دشمنوں کا ہلاؔل شکوہ تھا
دوستوں کا بھی اعتبار اُٹھا

ہوا فصلِ خزاں کی آ رہی ہے
مگر دل کی کلی مُرجھا رہی ہے

ذرا ہشیار رہنا اہلِ کشتی
بھنور میں ناو پھر منڈلا رہی ہے

کہیں پھر پیر زن آئے سرپائے
وہ آہٹ کوہکن کی آ رہی ہے

مری خامی چورا ہے پر کھڑی ہے
صدائے سنگ باری آ رہی ہے

پھر اُٹھے زُلف کے گھنگھور بادل
کہیں بجلی گرائی جا رہی ہے

ہلالؔ اپنے غموں پر یوں ہے نازاں
کہ دیوی عیش کی شرما رہی ہے

کہا کس نے کہ یہ رونے کی گھڑی ہے
جگر کے داغ دھونے کی گھڑی ہے

ہوئے اندیشہ ہائے دامنِ تر
چلو موتی پرونے کی گھڑی ہے

نئے عنوان تراشو زندگی کے
حقیقت کو سمونے کی گھڑی ہے

وہ منظر دیدۂ حیراں نے دیکھا
نہ پانے کی نہ کھونے کی گھڑی ہے

بکھرنے کو ہے اب وہ کاکلِ شب
خرد دانستہ کھونے کی گھڑی ہے

ہلالِ آبِ خُمِ پیرِ مُغاں سے
غموں کے داغ دھونے کی گھڑی ہے

○

دِل کی محفل سجا کہ رات کٹے
کوئی نغمہ سُنا کہ رات کٹے

سب کے دیکھے یہاں پہ دامن تر
تو بھی پھیلا ذرا کہ رات کٹے

روزنِ دِل تو وا کرے کوئی
آئے تھوڑی ہوا کہ رات کٹے

رُوح فرسا مُحیط سنّاٹا
کوئی طُوفاں اُٹھا کہ رات کٹے

دل کی قندیل سُونی ہے
نُور بن جگمگا کہ رات کٹے

مُحتسب ایک بس یہی اِک جام
ساقیا پھر پلا کہ رات کٹے

اب حدیثِ دماغ رہنے دے
نغمۂ دِل سُنا کہ رات کٹے

اہل عشرت ہلالِ خُفتہ ہیں
مت جگا مت جگا کہ رات کٹے

○

راستے کا مجھکو پتھر جان کر
کیوں لگائی تم نے ٹھوکر جان کر

شُعلہ زن آئی نظر ہر موجِ آب
ہم بڑھے جب جب سمندر جان کر

اب تو منزل پر پہنچنا ہے ضرور
مجھ کو مت ٹالو سِکندر جان کر

یوں نہ روکو ہمدمو جانے بھی دو
ہم چلے ہیں سوئے محشر جان کر

رہزنوں کی ہر قدم پر اے ہلالؔ
ہم نے کی تقلید رہبر جان کر

○

کہیے صحرا کہ گلستاں کہیے
کچھ مرے دِل کو جانِ جاں کہیے

سب نے سُن کر سُنا دیا سب کو
اب کِسے اپنا رازداں کہیے

ذکرِ اُلفت بِلا صحیفوں میں
سچ سمجھیئے کہ داستاں کہیئے

یوں تو پھرتا ہوں میں یہاں تنہا
غم کا چاہے تو کارواں کہیئے

تم نہ اِتنے ہلاںؔ تھے ناداں
دِل میں کیوں غم رکھے نہاں کہیئے؟

"زندگی موتیوں کی ڈھلکتی لڑی زندگی رنگِ گُل کا بیاں دوستو"
دیکھئے کب ہو صحرا میں اپنا گذر آج جوبن پہ ہے گُلستاں دوستو

دِن تو شیخ و برہمن کی تکرار میں کتنے تڑپا کئے کتنے اُلجھا کئے
چاندنی چھٹ رہی ہے چلو اب ذرا وہ بلائے ہے پیرِ مغاں دوستو

موسمِ گُل مبارک ہو سب کیلئے سبزہ سبزہ بچھی ہیں وہ رنگینیاں
پھول ہیں زیبِ کُنجِ چمن ہمدمو خار ہیں زینتِ گُلستاں دوستو

آبلہ پا ہوئے دل شکستہ ہوئے ایسے بھی مرحلے راہ میں آ گئے
اپنے کندھوں سے چاہا اُتاریں کہیں زندگی کا یہ بارِ گراں دوستو

بزمِ رنگ و طرب میں وہ مصروف ہیں کون اب درد و غم کا مداوا کرے
کوئی ہمدم نہ ہمدرد اپنا یہاں کون سمجھے گا دردِ نہاں دوستو

سوچتے تھے ہلالؔ اپنا کوئی نہیں جن پہ تکیہ تھا وہ چھوڑ کر چل دیئے
دھڑکنیں دل کی کہتی ہیں لیکن ابھی اپنا کوئی یہیں ہے نہاں دوستو

○

عبرت کدہ جہاں ہے خوشی کا مکاں نہیں
وہ کونسا چمن ہے کہ جس میں خزاں نہیں

جب سے تمہاری چاہ کا مسکن بنا ہے دل
اصلا مرے خیال میں سُود و زیاں نہیں

اِک تم کہ برگ و بار بھی سایہ فگن رہے
اِک ہم کہ گلستاں میں کہیں آشیاں نہیں

شوریدہ دِل بھی ہم سکوں ناآشنا بھی ہم
اس پر یہ کہتے ہو کہ "ترا امتحاں نہیں"

دردِ جگر ہلالؔ بیاں کر کے فائدہ ؟
اس بزم میں سُنانے کی یہ داستاں نہیں

○

ڈھندلے ڈھندلے سے جو ستارے ہیں
شب گزاروں کے یہ سہارے ہیں

صرف چھلکے ہوئے نہیں یارو
جام خالی بھی ہم کو پیارے ہیں

جو کھٹکتے ہیں نیشتر بن کر
ایسے بھی کچھ حسین نظارے ہیں

اب وہ رنگین صحبتیں کیسی
ہم ہیں اور زخم دل ہمارے ہیں

طعنہ زن جو ہیں میرے شعروں پر
درد نا آشنا بچارے ہیں

ہیں وہی دن ہلالؔ حاصلِ زیست
اِن کی چاہت میں جو گذارے ہیں

○

سامنا ہے پتھروں کا راہ میں
ہم سفر ہے بس اندھیرا راہ میں

دُکھ بھرے دل اور دلکش حادثے
دیکھ آئے ہم بھی کیا کیا راہ میں

پھول بن کر جو کھلا تیرا خیال
پتّیوں کی طرح بِکھرا راہ میں

راہبر کا روپ دھارے راہزن
ہم پہ یہ محشر بھی گزرا راہ میں

ڈھلتے سورج کو لئے ہر اِک شجر
اپنے قد کو ناپتا تھا راہ میں

راہبر منزل کی جانب تھا رواں
ان کا ہر نقشِ کفِ پا راہ میں

○

○

عدو گر درمیاں کوئی نہیں ہے
مگر اپنا یہاں کوئی نہیں ہے

گماں جس پر نہ افسانے کا گذرے
ہماری داستاں کوئی نہیں ہے

عیاں ہو اپنے دِل کا حال جس پر
وہ اپنا ہم زباں کوئی نہیں ہے

مگن ہیں اپنی دُھن میں لوگ ایسے
کہ جذبہ درمیاں کوئی نہیں ہے

ہے برسوں سے کچھ اپنا حال ایسا
کہ جیسے آسماں کوئی نہیں ہے

○

آئے وہ سامنے تو سوالات کی طرح
اور چل دیئے حسین خیالات کی طرح

تنہائی کی جلن سے بہت میں تو ڈر گیا
یخ بستہ رات تھی مرے جذبات کی طرح

ایفائے وعدہ کرکے جو بھولے سے آ گئے
لگتی یہ رات مجھ کو نہ تھی رات کی طرح

الزام جتنے چاہے مرے نام تھوپ دے
جپتا ہوں تیرا نام عبادات کی طرح

چھٹنے کو دکھ کا ابر گھڑی دو گھڑی میں ہے
برسے ہیں اشک آج پھر برسات کی طرح

جن کے لئے ضمیر کے قاتل بنے ہلال
آلام دے گئے وہ عنایات کی طرح

○

پلائے مئے اُٹھائے ساز کوئی
شبِ غم کا حسین انداز کوئی

وہ شب کی تیرگی دُھندلا رہی ہے
سحر کے پھُوٹنے کا راز کوئی

خموشی کا یہ دِیمک کون جھاڑے
نہیں ہے گوش بر آواز کوئی

جو دِن ڈھلتے ہی آئے گُل بداماں
نہیں مِلتا ہے وہ دمساز کوئی

ہِلاآل اتنا مِزاج لااُبالی
ذرا اپنا تو لے انداز کوئی

کر گئیں بے قرار کچھ باتیں
رہ گئیں یادگار کچھ باتیں

مجھ کو قند و نبات لگتی ہیں
اُن کی ناخوشگوار کچھ ہیں

پھول ہوتی نہیں سبھی اے دوست
ہوتی ہیں نوکِ خار کچھ باتیں

جن کے سُلجھے دماغ ہیں وہ بھی
کرتے ہیں پیچدار کچھ باتیں

گُل بداماں بناگئی ہیں زیست
ان کی باغ و بہار کچھ باتیں

گریہ ساماں ہلال ہوتی ہیں
آپ کی نغمہ بار کچھ باتیں

ان کی سمت سے آیا پتھر سمجھیں پھول اسے یا پتھر

ہاتھوں میں سب لے آئے ہو مارو کوئی پہلا پتھر

زیست رواں ہے گرتے پڑتے کون بنے رستے کا پتھر

سیپی اِک اُگلی موتی نے دیکھا لعل اُٹھایا پتھر

شہرِ جنون ہے اپنی بستی سب کا اپنا اپنا پتھر

درد کے مارو غم کے پالو کرلو اپنا کلیجہ پتھر

خُنک ہوائیں آئیں کیسے شاید پھر وہ اُکھڑا پتھر

کون ہلالؔ تجھے سمجھائے

مول ہے اس دُنیا کا پتھر

پُرخار رہگذر ہے ذرا دیکھ کر چلو
باقی ابھی سفر ہے ذرا دیکھ کر چلو

طوفان بدوش آندھیاں اَنجان ناخدا

ساحل نہیں بھنور ہے ذرا دیکھ کر چلو

تاریکیوں میں ہر قدم اُٹھتا تھا بے خطر
ہونے کو اب سحر ہے ذرا دیکھ کر چلو

تنہا رَوی میں خوف نہ کھٹکا نہ ڈر رہا
اب کوئی ہم سفر ہے ذرا دیکھ کر چلو

عزمِ سفر ہے عشق کی جانب تو راہ میں
سبزہ نہیں شرر ہے ذرا دیکھ کر چلو

وہ دِن گئے ہلالؔ نظر تھی بہار پر
ہر شئے خزاں اثر ہے ذرا دیکھ کر چلو

وہ عشق نے دی ہے بے قراری کہ جس پہ صبر و قرار صدقے
خزاں بھی مجھکو ہے یوں گوارا کروں میں جس پہ بہار صدقے

عطا ہوئیں مستیاں کچھ ایسی کہ جام و مینا کا نام بھولے
نگاہِ جاناں پہ ساری دنیا کے میکدوں کا خمار صدقے

یہ چشم نرگس، گلاب عارض، زبان سوسن، سحاب زُلفیں
مرے مجسّم بہار تجھ پر ہزار باغ و بہار صدقے

شبوں کو تڑپائے یاد تیری، دلوں کو تیرا خیال مچلے
مرے پریشاں روز و شب پر سکوں کے لیل و نہار صدقے

جہاں جہاں سے گذر ہو تیرا حسیں راہوں پہ چلنے والے
غُبار پر یہ جَبیں تصدّق، وَفا پہ میرا وقار صدقے

جمال اس کا اَزل سے اب تک ہے ماورائے ظُنّ و تخیُّل
ہلالِ بے رنگ و بُو چمن پر ہزار رنگ و نکھار صدقے

○

قطرہ قطرہ برس پڑا سورج
جُھٹ پُٹے تک چُھپا رہا سورج

رات کا بحرِ بیکراں نہ تھا
یُوں تو پل پل اُبھر گیا سورج

رِستے ناسُور خشک ہو نہ سکے
اتنی حدّت دِکھا گیا سورج

وہ جہاں سوز اور یہ جاں سوز
عشق کا کیا مُقابلہ سورج

یہ مرا صحن کوہ و دشت نہ تھا
یوں ہی گُذرا پھلانگتا سورج

تربتر دامنِ تمنّا ہے
گہرے ساگر کو پی گیا سورج

گرم رَو اس قدر زمانہ ہے
ابھی آیا ابھی گیا سورج

ان کو شکوہ رہا اندھیروں کا
ہم کو دِن بھر رُلا گیا سورج

پستیٔ قد کا دِلخراش خیال
جاتے جاتے مِٹا گیا سورج

○

○

اِک اِک ہوا کے جھونکے سے ہلتا رہا درخت
یوں تو مشقتوں سے تھا پورا لدا درخت

اُلھڑ جوانیاں سی نظر میں سما گئیں
جب بھی ہرا کہیں پہ کوئی جھومتا درخت

سجتا کبھی ہے اور کبھی ہوتا ہے بے لباس
کتنی رُتوں کا کرتا ہے یہ سامنا درخت

ہم دیر تک سُناتے رہے داستانِ غم
خاموش تکتا رہ گیا نا آشنا درخت

چھاؤں کی آس مجھ سے بھلا کیسی دوستو
دشتِ بلا کا میں ہوں اِک جلتا ہوا درخت

منظروں کے آس پاس
وقت کے ہم سور داس

ہم نے بھی کھائے فریب
جگ ہمیں آیا نہ راس

روشنی ہی روشنی
گم ہیں رستے بے قیاس

شبد کے معنی ہیں گم
حرف ہیں سب بے لباس

میری تنہائی کا دھن
میرا گنج بے قیاس

ساری محفل ہیں ہلال
ایک تم نکلے اداس

یوں تو باغ و بہار ہیں ہم لوگ
ایک اُجڑا دیار ہیں ہم لوگ

زُلفِ گیتی سنوارنے والے
اُلجھنوں کے شکار ہیں ہم لوگ

زیست اپنی ہے شمعِ صُبح گہی
کتنے با اعتبار ہیں ہم لوگ

ہر طرف پگڑیاں اُچھلتی ہیں
واہ کیا باوقار ہیں ہم لوگ

لئے آنکھوں میں صُبح کا منظر
ظُلمتوں کے شکار ہیں ہم لوگ

عظمتِ فکر و فن پہ مرتے ہیں
خوگرِ کاروبار ہیں ہم لوگ

شکوۂ تیرگی رہا ہم کو
ایسے شب زندہ دار ہیں ہم لوگ

ہیں خزاں آشنا ہلاّل مگر
اعتبارِ بہار ہیں ہم لوگ

○

ساری رات میں جاگا ہوں
صبح ہوئی اب سویا ہوں

تو آوارہ بادل ہے
شاخ سے ٹوٹا پتّا ہوں

بکھر گیا ہوں چاروں اور
کتنا سمٹا سمٹا ہوں

زیست میری سنسان گلی
دیپ بجھا کر گُزرا ہوں

اپنوں کی اس بستی میں
اپنے پن کو ترسا ہوں

دستک کیسی ہے در پر
صدیوں سے میں تنہا ہوں

باہر جانا کھیل نہیں
میں تو اندر اُلجھا ہوں

جس کا کوئی اَنت نہیں
ایسا ہی اِک لمحہ ہوں

کتنی جلدی ٹوٹ گیا
جیسے تیرا وعدہ ہوں

وہ تھا اصلی روپ ہلال
میں تو بس اِک سایا ہوں

○

جادو کا پٹارا ہے زمانہ مرے آگے
"ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے"

کچھ آج کی شب کیسے کٹے سوچ لیا ہے
کیوں کرتے ہو ذکرِ شبِ فردا مرے آگے

اِک اور تڑپتا ہوا لاشہ ہے نظر میں
اِک اور قیامت ہوئی برپا مرے آگے

ہاں میں وہی ہلّت ہوں تمہیں یاد تو ہوگا
جُھکتا تھا ہر اِک اپنا پرایا مرے آگے

حالت پہ مری اَشک فشاں ہے یہ زمانہ
کھائی مرے پیچھے ہے اندھیرا مرے آگے

نازک یہ اَنا میری جو مجروح کہیں ہو
ہیں خاک جہاں بھر کے عطایا مرے آگے

ہر ایک نفس اپنے نفس میں ہے مُقیّد
تا حدِّ قفس وُسعتِ دُنیا مرے آگے

کب تک رہے گی رات سُحر کی دعا کرو
ہے سب کے مَن کی بات سُحر کی دعا کرو

اَن گِنت حادثے یہاں گذرے ہیں آج تک
اِک یہ بھی واردات سُحر کی دعا کرو

آواز جُدا، سوچ الگ، ہر قدم جُدا
مِل کر اُٹھاؤ ہاتھ سحر کی دعا کرو

سَر کس کا ہے وہاں، اِدھر خنجر بدست کون
کب کِس نے کھائی مات سحر کی دعا کرو

آشاؤں کے دیپ جلا کر مانا خوش ہوتے ہیں لوگ
ہم اندھیاروں میں ویاکُل ہیں سُکھ سے جب سوتے ہیں لوگ

اپنے لہو کے جل سے دھرتی کی بگیا کو سینچوں میں
بدلے میں پتھ پتھ پر میرے کانٹے کیوں بوتے ہیں لوگ

وہ کالی بھونرالی آنکھیں رین جگائیں چین چھنے
ایسی چنچل تیکھی چتون دیکھ کہاں سوتے ہیں لوگ

روپ سجیلا او البیلی نار مٹائے روگ سبھی
ہم مُسکائیں لمحہ بھر تو برسوں یاں روتے ہیں لوگ

ہم نے ہلالؔ یہ چاہا سُکھ کی سانجھ ملے ہر پریمی کو
ہم پر شیتل چھایا ہو تو اگنی پر سوتے ہیں لوگ

○

وہ آئیں تو اتنا ہوگا　　زخم پُرانا تازہ ہوگا

یوں تو ہم انجان ہیں ساتھی　　کہتے ہو تو دیکھا ہوگا

یہ جذبات کی باتیں، آگے　　اپنا اپنا رستہ ہوگا

شہر کے لوگو، جانے دو اب　　گلیوں کا رکھوالا ہوگا

ساتھ چلے تھے یہیں کیوں بھٹکا　　تم نے رَستہ بدلا ہوگا

ہم لوگوں کا کون ٹھکانا　　کعبہ یا بُتخانہ ہوگا

زُلفوں کی زنجیر سمیٹو　　کوئی دِل آوارا ہوگا

وقت ہلال اُڑا جائے ہے

اب تو کر جو کرنا ہوگا

○

○

اندیشوں کی بکھری زُلفیں ذرا سنوارو رات ہوئی
میری تنہائی اور غم کے پہرے دارو رات ہوئی

دِن بھر شور و غُل کے بن میں گُم تھے میرے ارمانو
آؤ ذہن کے مسکن میں آؤ آوارو رات ہوئی

سورج کی کرنوں نے اپنا دامن کب کا کھینچ لیا
تم بھی اب بیزار نہ ہونا ہم سے تارو رات ہوئی

چاٹ رہی ہیں کمرے کی دیواریں سوچ کی شیرینی
دستک ہی دروازے پر انجاں سہارو رات ہوئی

وہ تو دن کا سورج ڈال چلا ہے اپنی جھولی میں
ہم سے مدّھم چاند بھی اوجھل ہے اندھیارو رات ہوئی

ہجر کے ناخن کھرچ رہے ہیں زخم تمنّاؤں کے ہلال
کچھ روتے کچھ سہلاتے یوں ہی غم خوارو رات ہوئی

دِکھائے رنگ کیا کیا آسماں نے
بہائے کتنے دریا آسماں نے

سرابوں سے اسے ڈھارس ملی ہے
کہ سورج کو تپایا آسماں نے

سمندر اس طرف پھیلا ہوا ہے
اُدھر گھیرے میں لایا آسماں نے

بڑی دُرگت بنی ہے روشنی کی
بڑا صدمہ اُٹھایا آسماں نے

زمیں پیروں سے کب کی جا چکی ہے
خلاؤں میں گھُمایا آسماں نے

میری وارفتگی کو قید کرتا
بڑا جوکھم اُٹھایا آسماں نے

بھر گئے دِل بُلند اُڑانوں سے
جب سے اُترے ہیں آسمانوں سے

اعتمادوں میں تھی کمی شاید
کام لینے لگے بہانوں سے

جبر سے، صلح سے، خوشامد سے
تھا ہدف دُور اِن کی کمانوں سے

کشتیاں ساحلوں پہ ڈوبی ہیں
ٹل گیا خوف بادبانوں سے

طائرِ گل گزیدہ کہتا تھا
رہیو ہوشیار باغبانوں سے

کوئی دستک نہ کوئی وحشت ہے
ہم نکل آئے جب مکانوں سے

مرگِ انبوہ کا ہے استقبال
گو بخجتی ہے فضا ترانوں سے

ہے حقیقت ہلال بس اتنی
دل بہلتے رہے فسانوں سے

کج مج سی اک بے ڈھنگی تصویر مری
اس آئینے میں ظاہر تقدیر مری

درد و غم و بے کیفی، یاس و حسرت سے
کس کس شئے سے تو نے کی تعمیر مری

عالی نسبوں، اعلیٰ قدروں کے تم لوگ
کیا ہوگی اس محفل میں توقیر مری

ریکھائیں ہیں ہاتھ کی ٹیڑھی میڑھی سی
یونہی کیا بے کار ہوئی تدبیر مری

لُوٹے سپنے چند بِدائیں ظُلمت کی
نازاں ہوں کچھ ایسی ہے جاگیر مری

رُک رُک کر چلنا، تھک کر رہ جانا
میری سوچ ہے پاؤں کی زنجیر میری

کاش غلامِ شاہِ مدینہؐ بن جاتا
دنیا کی ہر شے ہوتی نخچیر میری

○

حدیثِ گُل کو رہنے دے زمانے
ہمیں کانٹے دیئے تیری فضا نے

گئے تھے ہم بھی قسمت آزمانے
وہ ٹوٹا جام رُوٹھے بادہ خانے

چمن میں آ گیا پھر موسمِ گُل
ہر اِک ٹہنی لگی کانٹے اُگانے

ہمیں ہے مرثیوں کی اپنی عادت
لکھیں گے کیا مسرّت کے ترانے

ہلال اِک اور دِل میں تیر اٹکا
چلے ہم پھر زمانے کو ہنسانے

○

زندگی اپنی بھاگتا دریا
کتنا مُشکل ہے تھامنا دریا

ہم کناروں پہ کب لگے یارو
ہم نے پایا ہے جابجا دریا

لمحہ بھر کا فقط یہ رقصِ شرر
ہے فروزاں وہ آگ کا دریا

لااُبالی تھی خواب کا منظر
وہ ندی اب ہے مَن چَلا دریا

اِک جہاں پانیوں کی زد میں ہے
کوچے کوچے میں بن گیا دریا

یوں تو اِک بوند بھی ہلال نہ پی
تشنگی کیا مٹا گیا دریا

ہم نے حقیقت جب دہرائی بنا گئے افسانے لوگ
ہوش و خرد سے دورِ جنوں تک لائے ایک نہ مانے لوگ

اُمیدوں کا شیش محل اور پتھر برسے تابڑ توڑ
محفل نئی بسانے نکلے بسا گئے میخانے لوگ

میں تھا ایک اکیلا کوئی گیا نہ آیا حیرت ہے
جان گئے میری خلوت کے کیسے تلنے بلانے لوگ

دشت جنوں میں اُس تزئینِ چمن سے چل کر آئے تھے
پہنچے اس تنہائی میں بھی یارو ہمیں ستانے لوگ



تری گلیوں کے پھیرے یاد آئے
حسین سپنے، سویرے یاد آئے

اُجڑنا اور بسنا پھر اُجڑنا
جنوں پرور بسیرے یاد آئے

لہو کا رنگ بھر کر چار جانب
وہی اُجلے پھریرے یاد آئے

برف پگھلی سرِ کُہسار نکھرا
زمانے! تیرے پھیرے یاد آئے

گلی کوچے لگے سنسان جب بھی
گھروں کے گھُپ اندھیرے یاد آئے

وہ، سیمابی صفت لمحے خوشی کے
نہ تیرے تھے نہ میرے، یاد آئے

محل تعمیر ہوتے جا رہے تھے
لُٹے دل کے بسیرے یاد آئے

خطابت کی لُغت تو دِلنشین تھی
مگر اعمال تیرے یاد آئے

رازِ محبت حرفِ شکایت لب پہ لانا چاہا تھا
اپنا حالِ پریشاں ان کو آج سُنانا چاہا تھا

اور ہمارا جی گھبرایا اور نکل آئے آنسو
آج بھی ان کی بزم میں ہم نے جی بہلانا چاہا تھا

ہاتھ سے پھر مضراب وہ چھُوٹی ساز کے تار وہ ٹوٹے پھر
پھر اک نغمہ جوشِ جنوں میں آج سُنانا چاہا تھا

ناطہ رشتہ اس دُنیا کا وہم و گماں ہے دھوکہ ہے
اِن موجوں کو پہلے بھی لوگوں نے پانا چاہا تھا

○

وقت کا دھارا اچانک سب بہا کر لے گیا
وہ مرا صبر و سکوں نظریں بچا کر لے گیا

جو بڑا فرحت فزا تھا اور فردوسِ نظر
دم زدن میں کون وہ لمحہ اُڑا کر لے گیا

کس نے صبحِ زیست شامِ مرگ میں تبدیل کی
"کون میرے شہر کی رونق اُڑا کر لے گیا"

اب کریں میرے لواحق خوں بہا کس سے وصول
حکم جس کاغذ پہ تھا قاتل اُڑا کر لے گیا

تُو نے میرے شکوۂ اُلفت کی بھی تشہیر کی
میں ترے طعنوں کا تحفہ بھی چھپا کر لے گیا

ہم تھے مقتل سے ہراساں سر بہ زانو اے ہلالؔ
ایک وہ تھا سر ہتھیلی پر سجا کر لے گیا

○

من آنگن کا سُونا پن　　سائیں سائیں کرتا بن

تاروں سے لپٹا آکاش　　مجھ بِرہن کا زخمی تن

بکھر گئی ہیں کرچیں، یوں　　لوٹ گیا من کا درپن

آئیں شاید وہ آئیں　　کہتی ہے دِل کی دھڑکن

کس کی کھوج لگائے کون　　من ہے سجنی تن ساجن

اگنی پر لوٹے ہے دِل　　آہ، اور شیتل چھایا بن

رین ہلال سے کٹے کیونکر

سانجھ بنی ہے اِک اُلجھن

○

○

ہم لوگوش بہ لب ہیں یارو، ہاں ہاں کچُھ فرماؤ تو
ہم بے چارے لوگوں کے بھی سوئے بھاگ جگاؤ تو

تشنہ لبی کی شان یہی ہے جام نہ آئے ہونٹوں تک
اہلِ ہوس کی پیاس بجھاؤ جام پہ جام پِلاؤ تو

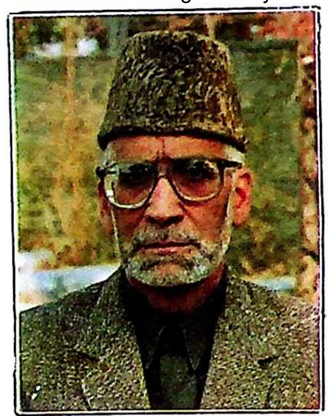
اپنی اَنا کی خاطر ہم نے دولت کا دَر چھوڑ دیا
مال وزر کے مَتولے تم عزّت خوُب لُٹاؤ تو

محفل یاراں، صبحِ بہاراں، صحنِ گلستاں چھوٹ گئے
گوشۂ زنداں، دیدۂ گریاں تم ہی ساتھ نبھاؤ لو

ہنستے ہنستے ہم نے تمہارے زخم سہے خاموش رہے
آج گلہ تھوڑا سا سہہ کر ہی یارو دِکھلاؤ لو

شمعِ حیات کی لَو دھیمی ہے اور سحر بھی ہے نزدیک
رات گذاری جلتے بجھتے اب بھی وقت ہے آؤ لو

اپنوں کی بستی میں تھا بے نام و نشاں درماندہ ہلالؔ
دامن تھام کے خارِ بیاباں، اب تم ہی اپناؤ لو



میری دوسری کتابیں:

۱۔ قاضی حمید حیات تہٕ شاعری (کشمیری)

۲۔ عرفانِ احمد (کشمیری) حیات تہٕ شاعری غلام احمد شاہ کاکشو پہلگام

۳۔ خیابان (اردو مجموعہ کلام)

۴۔ کانٹے اور پھول (اردو۔ برائے شعبہ تعلیم بالغان۔ کشمیر یونیورسٹی)

۵۔ دیئے سے دیا جلے (اردو۔ برائے شعبہ تعلیم بالغان۔ کشمیر یونیورسٹی)

۶۔ پھہلاو (کشمیری مجموعۂ کلام)

۷۔ شفق (کشمیری مجموعۂ کلام، زیرِ طباعت)

۸۔ زادِ راہ (النعوت و مناقب) زیرِ ترتیب

۹۔ گلزار (بچوں کے لئے) زیرِ ترتیب

۱۰۔ احساس موٗل (ترجمہ "ارزشِ احساسات" از نیمایوشیج) زیرِ ترتیب

Printed at : JK Offset Printers, 315, Jama Masjid, Delhi-110006.
Phone : 3279852,3267633, Fax - 3237241